پارہ

رُبَمَا

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تِسْعُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۞ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

الرا۔ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب کی اور قرآن واضح کی۔ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا

لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۞

اگر وہ مسلمان ہوتے۔

الٓرٰ الف۔لام۔را	تِلْكَ یہ	اٰیٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	وَقُرْاٰنٍ اور قرآن	مُبِیْنٍ واضح۔روشن	رُبَمَا بسا اوقات	
یَوَدُّ آرزو کریں گے	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہوئے	لَوْ كَانُوْا کاش وہ ہوتے	مُسْلِمِیْنَ مسلمان				

تفسیر وتشریح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب سورہ حجر گویا چودھویں پارہ کی ابتدا سے بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت سورۂ حجر کی دو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام وزمانہ نزول وجہ تسمیہ تعداد آیات' رکوعات' کلمات' حروف اور موضوع ومباحث بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے چھٹے یعنی آخری رکوع میں اصحاب الحجر کا تذکرہ ہوا ہے۔

سورۂ حجر کی وجہ تسمیہ

حجر قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا اور اس کے کھنڈر مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں مدینہ منورہ سے تبوک وشام جاتے ہوئے شاہراہ عام پر ملتے ہیں اور قافلے اس وادی میں سے ہو کر گزرتے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق یہاں کوئی قیام نہیں کرتا۔ تو چونکہ حجر کی بستی اور یہاں کے باشندوں کا ذکر اس سورۃ میں ہوا ہے اور ان کی ہلاکت کا بیان ہے اس لئے اس کا نام سورۂ حجر ہو گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پندرھویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۷ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۵۶ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور پھر ۵۷ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۶ رکوعات' ۹۹ آیات' ۶۶۳ کلمات اور ۲۹۰۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ حجر کے مضامین

اس سورۃ میں دیگر مکی سورتوں کی طرح زیادہ تر منکرین نبوت اور مکذبین رسالت کی عقوبت اور ہلاکت کا ذکر اور خدا کی وحدانیت اور قیامت وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ انسان کو اس کی زندگی اور موت دونوں کی بابت یاد دلایا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کی طرف اتنا ہی دھیان دینا چاہئے جتنا زندگی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ انسان کی پیدائش کا حال بتا کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کا ایک دشمن اس کے ساتھ ہی پیدا ہو چکا ہے جس نے اس کے بہکانے اور ہر طرح سے برباد کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اس لئے اس سے خبردار رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ جو اس کے بہکاوے میں آ کر راہ راست سے ہٹ جاویں گے مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور وہ بہت بری جگہ ہے لیکن جو شیطان سے منہ موڑ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں گے ان کے واسطے جنت تیار ہے جہاں انہیں ہر طرح کا چین اور دائمی آرام نصیب ہو گا۔ اس کے بعد اللہ کے فرمانبردار نیک بندوں کے کچھ حالات سنا کر ان کا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی

گئی ہے اور کچھ نافرمانوں کے قصہ بیان کر کے ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے تا کہ کہیں انہیں جیسا انجام نہ ہو جائے۔اس کے بعد اللہ عزوجل کی مہربانیوں کا ذکر ہے جس نے اپنے فضل سے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری رسول مقرر کیا اور قرآن عظیم عطا کیا۔اس لئے مسلمانوں کو بتایا گیا کہ تم اس کو مضبوط پکڑو۔یہ ہے خلاصہ اس سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ دروس میں سامنے آئیں گی۔اب آیات زیر تفسیر کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

قرآن مبین

اس سورۃ کی ابتداء بھی گذشتہ سورتوں کی طرح حروف مقطعات الٓرٰ سے کی گئی ہے۔حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا جن جن سورتوں کے ابتدا میں حروف مقطعات آئے ہیں۔وہاں عموماً ان حروف کے بعد یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب ہے۔چنانچہ یہاں بھی الٓرٰ کے بعد فرمایا گیا کہ یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، دعوت نمایاں اور ظاہر اور بیانات واضح اور فیصلہ کن ہیں۔قرآن پاک نے جابجا اپنے اس وصف پر زور دیا ہے کہ وہ "مبین" ہے۔یعنی ظاہر ہے نمایاں ہے۔روشن ہے۔واضح ہے یعنی اس کی کوئی بات ایسی نہیں کہ جو الجھی ہوئی ہو۔مشکل ہو۔نا قابل فہم ہو۔اس تمہید سے سورۃ شروع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جب قرآن پاک ایسی عظیم الشان صفات کی کتاب ہے تو جو کچھ آگے بیان کیا جانے والا ہے۔مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

منکرین قرآن کا عبرتناک انجام

چنانچہ اس مختصر سی تمہید کے بعد فوراً ہی اصل موضوع پر کلام شروع ہو جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آج منکرین نے قرآن واسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنیوالا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور حسرت سے ہاتھ مل کر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔یہ کلمات حسرت وتاسف کافروں کی زبان پر آخرت میں جاری ہوں گے جب اپنا حشر ان پر منکشف ہو چکے گا اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہونے لگیں گے۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔تو کفار و مشرکین ان گنہ گار مسلمانوں پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان وتوحید نے تم کو کیا فائدہ دیا۔تم بھی آج تک ہماری طرح جہنم میں داخل ہو۔تمہارا کلمہ شہادت کچھ بھی کام نہ آیا۔اس پر معاً غیرت الٰہی حرکت میں آئے گی اور کل کلمہ گو آگ سے آزاد کر کے جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔اس وقت کافروں کی زبان سے یہ پرحسرت کلمات نکلیں گے اور یہ آخری موقع ہوگا کہ جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔

یہاں آیت میں لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ بتلایا یعنی کاش ہم مسلمان ہوتے۔متقین، خاشعین وغیرہ نہیں۔تو اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مراتب، طاعت اور تقویٰ کا تو ذکر ہی نہیں۔مجرد اسلام اور اقرار کلمہ بھی کتنی بڑی رحمت اور نعمت عظیم ہے۔مفسرین نے اور بھی کئی موقع لکھے ہیں جبکہ کفار قیامت میں اس بات کی آرزو اور حسرت کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔ایک موقع تو وہ ہوگا جب کفار یہ دیکھیں گے کہ انبیاء کے ماننے والوں کو ثواب مل رہا ہے اور ان کے نہ ماننے والوں کو عذاب مل رہا ہے تو اس وقت یہ خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم مسلمان ہوتے۔

پھر جب قیامت میں کفر وانکار کا انجام کفار اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو بار بار یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے مگر اس وقت یہ تمنا محض بے سود ہوگی اس وجہ سے کہ ماننے اور ایمان لانے کی جگہ یہ دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَآ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ

آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے، کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں، انکو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ اور ہم نے جتنی بستیاں

إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾ وَقَالُوا

ہلاک کی ہیں، اُن سب کیلئے ایک معین (وقت) نوشتہ ہوتا رہا ہے۔ کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک کی ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے۔ اور ان کفار نے یوں کہا

يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَّوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِن كُنتَ مِنَ

کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تحقیق تم مجنون ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے۔

الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾

ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کیلئے نازل کیا کرتے ہیں، اور اُس وقت اُن کو مہلت بھی نہیں دی جاتی۔

ذَرْهُمْ انہیں چھوڑ دو	يَأْكُلُوا وہ کھائیں	وَيَتَمَتَّعُوا اور فائدہ اُٹھالیں	وَيُلْهِهِمُ اور غفلت میں رکھے انہیں	الْأَمَلُ امید			
فَسَوْفَ پس عنقریب	يَعْلَمُونَ وہ جان لیں گے	وَمَآ اور نہیں	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کیا	مِن کسی	قَرْيَةٍ بستی	إِلَّا مگر	
وَلَهَا اس کیلئے	كِتَابٌ ایک لکھا ہوا	مَّعْلُومٌ مقررہ وقت	مَا تَسْبِقُ نہ سبقت کرتی ہے	مِنْ أُمَّةٍ کوئی امت	أَجَلَهَا اپنا مقررہ وقت		
وَمَا اور نہ	يَسْتَأْخِرُونَ وہ پیچھے رہتے ہیں	وَقَالُوا اور وہ بولے	يَا أَيُّهَا اے وہ	الَّذِي نُزِّلَ وہ جو کہ اتارا گیا	عَلَيْهِ اس پر		
الذِّكْرُ یاد دہانی	إِنَّكَ بیشک تو	لَمَجْنُونٌ دیوانہ	لَّوْ کیوں	مَا تَأْتِينَا ہمارے پاس تو نہیں لے آتا	بِالْمَلَائِكَةِ فرشتوں کو	إِن اگر	
كُنتَ تو ہے	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے	مَا نُنَزِّلُ ہم نازل نہیں کرتے	الْمَلَائِكَةَ فرشتے	إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	
	وَمَا كَانُوا اور نہ ہوں گے	إِذًا اس وقت	مُّنظَرِينَ مہلت دیئے گئے				

کفار اپنے عمل کے ہاتھوں خود ہلاکت کو پہنچیں گے

اب اس سورۃ کا جو زمانہ نزول ہے یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وہ وہ وقت تھا جبکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مکہ میں دعوت حق دیتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر مخاطب قوم کے اکثر افراد اس وقت تک ہٹ دھرمی' ضد و عناد' استہزا اور مذاق اور ظلم و ستم ہی سے پیش آ رہے تھے اور ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قوم کے اصرار کفر سے غم اور فکر کی کیفیت بار بار طاری ہوتی تھی جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی جاتی تھی اور آپ کی دعوت کا انکار کرنے والوں اور آپ کا مذاق اڑانے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی جاتی تھی۔ چنانچہ یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کے کفر پر زیادہ غم نہ کیجئے۔ ہمارا پیغام آپ نے انہیں پہنچا دیا ہے اب اگر یہ نہیں مانتے تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیئے۔ جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ ان کے غم میں نہ پڑیئے۔ چند روز یہ خوب کھا پی لیں اور دنیا کے مزے اڑا لیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقت حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائے گا اور ان کافروں پر جو فی الفور گرفت نہیں ہوتی اور ان کو فوراً ہلاک

نہیں کیا جاتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ابھی ان کا وقت موعود نہیں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے بہت سی قوموں اور بستیوں کو ان کی ضد و عناد اور شرارت کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں۔ خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی ہے نہ آگے پیچھے۔ نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا ہے جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور عذاب کا وقت آ پہنچا تو ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ لہٰذا موجودہ کفار بھی مہلت اور تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جا رہی ہے اس میں خدا کی بہت سی حکمتیں ہیں۔

کفار کی سرکشی و گستاخی

آگے اللہ تعالیٰ کفار مکہ کی سرکشی اور ان کے عناد کی خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مزاح کے طور پر گستاخانہ کہا کہ تم اپنے اتباع کی طرف بلاتے ہو اور ہمارے باپ دادا کے دین کو چھڑاتے ہو۔ یہ کھلی ہوئی دیوانگی ہے۔ (العیاذ باللہ) اور پھر کفار مکہ صرف اس جاہلانہ بیہودگی پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے کہ اگر بارگاہ ربوبیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی اس کے جواب میں حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہیں مانیں گے۔ پھر ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض صحیح کے لئے بھیجتے ہیں اور عموماً عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل سمجھانے بجھانے اور ہدایت کرنے کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اس قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ پھر اس کو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔ تو اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے صرف یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کر دیا جائے جو فی الحال حکمت الٰہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

دنیا کی حرص و ہوس کفر کی علامت ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی لذتوں میں پڑے رہنا۔ فوری اور وقتی مقصدوں کے الٹ پھیر میں لگے رہنا۔ مدت عمر کو دور دراز کی خیالی آرزوؤں اور منصوبوں میں گزارتے رہنا۔ یہ سب خصوصیات آخرت سے غافل اور خدا فراموش قوموں کی ہیں۔ اور جس طرح گزشتہ مشرک اور جاہل قوموں کے حق میں صادق تھیں آج بھی نام نہاد ''مہذب'' اور ''روشن خیال'' مغربی قوموں پر صادق آ رہی ہیں۔

ان آیات سے صاف اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ لمبی امید میں پڑے رہنا ہرگز مومن کے شایان شان نہیں۔ اور لمبی امید کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی محبت اور حرص میں انہماک اور موت و آخرت سے بے فکری کے ساتھ دور دراز کے منصوبے بنائے جائیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کے پہلے طبقہ کی نجات ایمان کامل اور دنیا سے اعراض کی وجہ سے ہوگی اور آخری امت کے لوگ بخل اور لمبی امید کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں بدبختی اور بدنصیبی کی علامت ہیں۔ (۱) آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہونا یعنی اپنے گناہوں غفلتوں پر نادم ہو کر نہ رونا۔ (۲) سخت دلی (۳) لمبی امید اور (۴) دنیا کی حرص۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اس دنیوی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دنیا کو مطلوب و مقصود بنانے سے ہم کو محفوظ فرما دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ۝٩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے گروہوں میں بھیجا تھا۔

الْأَوَّلِينَ ۝١٠ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝١١ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي

اور کوئی رسول اُن کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزانہ کیا ہو۔اسی طرح ہم یہ استہزاء اُن مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔

قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝١٢ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا

یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے۔اور اگر ہم ان کیلئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں

مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝١٤ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ

پھر یہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاویں۔تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل

مَسْحُورُونَ ۝١٥

جادو کررکھا ہے۔

إِنَّا بیشک	نَحْنُ ہم	نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا	الذِّكْرَ یاددہانی	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَهُ اس کے	لَحٰفِظُونَ نگہبان	
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا اور یقیناً ہم نے بھیجے	مِنْ سے	قَبْلِكَ تم سے پہلے	فِي میں	شِيَعِ گروہ	الْأَوَّلِينَ پہلے	وَمَا يَأْتِيهِمْ اور نہیں آیا انکے پاس	
مِنْ رَسُولٍ کوئی رسول	إِلَّا مگر	كَانُوا وہ تھے	بِهِ اس سے	يَسْتَهْزِءُونَ استہزاء کرتے	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَسْلُكُهُ ہم اسے ڈال دیتے ہیں	
فِي میں	قُلُوبِ دل	الْمُجْرِمِينَ مجرموں	لَا يُؤْمِنُونَ وہ ایمان نہیں لائیں گے	بِهِ اس پر	وَقَدْ خَلَتْ اور پڑچکی ہے	سُنَّةُ رسم۔روش	
الْأَوَّلِينَ پہلے	وَلَوْ اور اگر	فَتَحْنَا ہم کھول دیں	عَلَيْهِمْ ان پر	بَابًا کوئی دروازہ	مِنَ سے	السَّمَاءِ آسمان	فَظَلُّوا وہ رہیں
فِيهِ اسمیں	يَعْرُجُونَ چڑھتے	لَقَالُوا تو کہیں گے	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	سُكِّرَتْ باندھ دی گئی	أَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں	بَلْ بلکہ	
نَحْنُ ہم	قَوْمٌ لوگ	مَسْحُورُونَ سحرزدہ					

حفاظت قرآن کا الٰہی وعدہ

گذشتہ آیات میں سرکش کفار اور مشرکین مکہ کا قول نقل کیا گیا تھا کہ وہ قرآن سن کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ اور مجنون کہتے تھے۔اس کا ایک جواب تو گذشتہ آیت میں دیا جا چکا تھا۔دوسرا جواب کفار کو یہ دیا گیا کہ تمہارا استہزاء اور گستاخی اور قرآن لانے والے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن اور حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

یادرکھو کہ اس قرآن کے اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔تم جو نزول قرآن کے منکر ہو اور قرآن کو سن کر نعوذ باللہ اسے دیوانہ کی بات کہتے ہو تو سن لو کہ دیوانہ کی بات نہیں بلکہ پیام نصیحت ہے اور پھر یہ بھی کسی انسانی دماغ کا خود ساختہ اور عقل بشری کا تراشیدہ نہیں بلکہ اللہ ہی کا نازل کردہ ہے۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کے تغیر وتبدل اور تحریف سے محفوظ ہے اور جس شان اور ہیئت سے وہ

اترا ہے بدوں ایک شوشہ یا زیر وزبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی سے محفوظ رہے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو بھی کم نہ کرسکیں گی۔ چنانچہ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہوکر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اور مغرور مخالفین کے سر نیچے ہوگئے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا ہے کہ جس نے قرآن کے علوم اور مطالب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی قاریوں نے طرز اداء کی۔ حافظوں نے اس کے الفاظ وعبارت کی۔ وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک ایک زیر وزبر تبدیل نہ ہوسکا کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے۔ کسی نے آیتیں شمار کیں کسی نے قرآن کے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کرڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی دنیا میں موجود نہ رہی ہو غور کرنے کی بات ہے کہ آٹھ دس سال کا بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جز کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی بڑی کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم وحافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا زیر وزبر کی فروگذاشت ہوجائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے بول اٹھتے ہیں ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔

حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

کفار کے رویوں سے دلگیر ہونیکی ضرورت نہیں ہے

پھر آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ان کفار ومشرکین کی تکذیب واستہزاء سے آپ دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑائی کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے۔ تو منکرین ہمیشہ یونہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ سرکش ضدی ہلاک کئے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔ آگے ان کفار معاندین کی حالت بیان کی گئی کہ ان کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ فرشتوں کا آسمان سے آنے کا مطالبہ تو درکنار اس سے بڑھ کر اگر خود ان کو آسمان پر بھیج دیا جائے اور یہ دن کے وقت کہ جس میں اونگھ ونیند وغیرہ کا شبہ بھی نہ ہو آسمان کو چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کردی گئی تھی یا ہم لوگوں پر جادو کررکھا ہے گویا ضدی اور معاند حق کو تسلیم نہیں کرسکتے۔

تحریف قرآن کا قائل کافر ہے

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کی جو پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قرآن کی کسی آیت یا حکم میں قیامت تک کسی طرح کا تغیر ترمیم اور تبدیلی وتحریف نہیں ہوسکتی۔ اس سے اس قول کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ موجودہ قرآن مصحف عثمانی ہے اور حضرت عثمان نے اس میں بعض سورتیں اور آیتیں کم کردی ہیں۔ کسی جماعت یا گروہ یا فرقہ کا قرآن کریم میں کسی زیادتی اور کمی کا عقیدہ رکھنا کفر صریح ہے اور نفاق بین ہے۔ (تاریخ قرآن مولفہ مولانا عبدالقیوم ندوی)

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر ہم کو تازیست قائم رکھیئے اور اسلام اور ایمان کی برکت سے دونوں جہان میں صلاح وفلاح نصیب فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾

اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو آراستہ کیا۔اور اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اُس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہولیتا ہے۔اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

اس میں ہر قسم کی چیز ایک معین مقدار سے اُگائی۔اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو

لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا اور یقیناً ہم نے بنائے	فِيْ میں	السَّمَآءِ آسمان	بُرُوْجًا برج	وَزَيَّنّٰهَا اور اُسے زینت دی	لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کیلئے			
وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اسکی	مِنْ سے	كُلِّ ہر	شَيْطٰنٍ شیطان	رَجِيْمٍ مردود	اِلَّا مگر	مَنِ جو	اسْتَرَقَ چوری کرے	
السَّمْعَ سنتا تو اسکا پیچھا کرتا ہے	فَاَتْبَعَهٗ اسکے پیچھے	شِهَابٌ شعلہ	مُّبِيْنٌ چمکتا ہوا	وَالْاَرْضَ اور زمین	مَدَدْنٰهَا ہم نے اس کو پھیلا دیا			
وَاَلْقَيْنَا اور ہم نے رکھے	فِيْهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ	وَاَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگائی	فِيْهَا اس میں	مِنْ سے	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے		
مَّوْزُوْنٍ موزوں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	مَعَايِشَ سامان معیشت	وَمَنْ اور جو۔جس			
لَّسْتُمْ تم نہیں	لَهٗ اس کیلئے	بِرٰزِقِيْنَ رزق دینے والے						

کائنات سے اللہ کی وحدانیت کا ثبوت

گذشتہ آیات میں حفاظت قرآن کے متعلق مضمون تھا جس سے مسئلہ نبوت کا اثبات فرمایا گیا تھا اب یہاں سے دلائل توحید کا بیان ہے کیونکہ منکرین رسالت توحید کے بھی منکر تھے۔توحید کے ثبوت کے لئے علاوہ دلائل عقلی کے مشاہدہ فطرت بھی شاہد ہے۔اس لئے ان آیات میں عقلی دلائل کو چھوڑ کر ان واضح براہین کو بیان فرمایا کہ جن کا اقرار کرنے پر ہر محسوس پرست بھی مجبور ہے۔یہاں اور اگلی آیات میں دلائل توحید کا بیان ترتیب وار کیا گیا ہے کہ عالم میں بہت نشانیاں موجود ہیں جو اللہ پاک کا وجود اور اس کی قدرت ثابت کر رہی ہیں۔اول کائنات سماوی کا بیان۔پھر زمین کی حالت کا اظہار اس کے بعد زمین میں نباتات کا پیدا کرنا اور اسباب معیشت قائم کرنا۔پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر کرنا پھر دنیا کے فنا ہونے کی صراحت اور قدرت الٰہیہ کی ہمہ گیری اور سب سے اخیر میں حشر انسانی کا تذکرہ نہایت حکیمانہ انداز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ پہلے آسمان کے متعلق بتلایا گیا کہ اس بلند آسمان کو دیکھو۔رات کو تمہیں ساری فضا چمکتے ہوئے ستاروں سے بھرپور نظر آئے گی۔ان کے بڑے بڑے گچھے جہاں تک نظر جاتی ہے پھیلے ہوئے ہیں اور دیکھنے والوں کو بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔تو آخر سوچو کہ یہ لمبی چوڑی فضا ایسے روشن قمقموں سے کس نے سجائی ہے اور اس کی حفاظت کون کرتا ہے۔غور وفکر

کرنے والوں کے لئے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعت کاملہ اور حکمت عظیمہ کے پائے جاتے ہیں۔

شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت کا انتظام

پھر آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا بلکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہو کر غیبی خبروں کی اطلاعات حاصل کریں۔ اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش بازی کی جائے۔

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق جب آسمانوں پر کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے موافق فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں لیکن ان کے پیچھے آگ کا دہکتا ہوا انگارا لپکتا ہے۔ جو ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اس ہنگامہ دار و گیر میں جو ایک آدھ بات شیاطین کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے۔ قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب و افترا کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اتنے مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں کہ وہاں قدم رکھ سکے یا وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر دسترس حاصل کر سکے۔

زمین کا نظام توحید الٰہی کی واضح دلیل ہے

آسمانوں کے ذکر کے بعد زمین کے متعلق بتلایا کہ اول تو زمین کی وسعت ہی حیرت انگیز ہے۔ اس کو چاروں طرف دور دور تک پھیلا دینا ہی قدرت الٰہی کا کام ہے۔ پھر اس کی ہموار سطح چونکہ نرم مٹی کی ہے اس لئے اس میں پائیداری نہیں اس کے ٹھہراؤ اور مضبوطی کے لئے اونچے اونچے مضبوط پہاڑ کھڑے کر دیئے تا کہ ان کی سختی اور بوجھ کی وجہ سے زمین ڈگمگا نہ جائے پھر زمین سے طرح طرح کی چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور ان میں سے بہت سی چیزیں تمہیں زندگی کی ضروریات بہم پہنچاتی ہیں۔ اور بہت سی جاندار چیزیں چوپائے وغیرہ ایسے ہیں کہ جن کا رزق تمہارے اوپر موقوف نہیں جن سے کام اور خدمت انسان لیتا ہے اور روزی ان کی خدا کے ذمہ ہے۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ آخر یہ زبردست زمینی نظام کیا آپ ہی آپ ہو گیا؟ نہیں یہ سب ایک علیم وحکیم خالق اور رب زمین اور آسمان کی ایجاد ہے۔ جس نے ہر شے کو اس کے مناسب مقام پر لا کھڑا کیا اور اس کے قیام وثبات کا ایک مقررہ مدت تک انتظام کر دیا کیا ایسی چیزوں کو دیکھ کر تم ان کے پیدا کرنے والے اور قائم رکھنے والے کو نہیں سمجھ سکتے؟

خلاصۂ آیات

یہاں حق تعالیٰ کے وجود، خالقیت، وحدانیت اور علم وقدرت کے واضح دلائل، آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کے حالات ومشاہدات سے بیان کئے گئے ہیں جن میں ذرا بھی غور و خوض کیا جائے تو کسی عاقل کو انکار کی مجال نہیں رہتی۔

پہلی دلیل یہاں یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے۔ یہاں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں خلا کہا جاتا ہے۔ آج کل کے نیچری دہریہ سائنس دان کہتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ بہت سے بہت ایک منتہائے بصر اور حد نظر ہے۔ ہمارے علمائے محققین نے جہاں اس کے اور فلسفیانہ جوابات دیئے ہیں وہاں ایک مختصر مگر عجیب دلیل آسمان کے وجود کی یہ دی ہے کہ آسمان کا عکس دریا اور جھیل اور تمام پانیوں اور پانی کے برتنوں میں نظر آتا ہے اور عکس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ شے موجود ہو۔ معدوم کا عکس نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل زمین کو پیدا کرنے اس کو پھیلانے اس پر پہاڑ قائم کرنے اور زمین میں مخلوق کی روزی اور سامان زندگی کے پیدا کرنے میں دی گئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید کاملہ نصیب فرمائیں۔ اور ہر چیز میں قدرت الٰہیہ کو دیکھنے والی بصیرت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی ذات پاک کی صفات کی معرفت کاملہ ہم کو نصیب فرما اور توحید خالص و کامل پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! یہ آسمان اور زمین بلاشبہ آپ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور آپ ہی کے حکم سے قائم ہیں۔

یا اللہ! آسمانی انتظامات آپ کی قدرت سے ایسے مکمل ہیں کہ وہاں کسی شیطان کی مجال نہیں کہ کوئی دخل دے سکے۔

یا اللہ! یہ زمینی نظام کے بھی آپ ہی خالق ہیں آپ جس کی حفاظت فرمائیں شیطان لعین کی کیا مجال کہ زمین پر اس کا مکروفریب چل سکے۔ شیطان کے فریب میں تو وہی گرفتار ہوتے ہیں جو شیطانی وساوس کا اتباع کرتے ہیں اور اس کے کہنے پر چلتے ہیں۔

یا اللہ! آپ ہماری اس شیطان لعین سے حفاظت فرمایئے۔ جب تک ہم زندہ ہیں اس کے مکروفریب کو ہم سے دور رکھئے اور اس کی چالوں سے ہمیں بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں، اور ہم اُس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔ اور ہم ہی ہواؤں کو بھیجتے

لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ

رہتے ہیں جو کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں، پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے۔ اور ہم ہی

نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی رہ جائیں گے۔ اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔

الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾

اور بیشک آپ کا رب ہی اُن سب کو محشور فرمائے گا بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔

وَاِنْ اور نہیں	مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز	اِلَّا مگر	عِنْدَنَا ہمارے پاس	خَزَآئِنُهٗ اسکے خزانے	وَمَا اور نہیں	نُنَزِّلُهٗ ہم اس کو اُتارتے
اِلَّا مگر اندازہ سے	مَعْلُوْمٍ مناسب	وَاَرْسَلْنَا اور ہم نے بھیجیں	الرِّيٰحَ ہوائیں لَوَاقِحَ بھری ہوئی	فَاَنْزَلْنَا پھر ہم نے اتارا	مِنَ سے	
السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ پھر ہم نے وہ تمہیں پلایا	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم	لَهٗ اس کے	بِخٰزِنِيْنَ خزانہ کرنے والے
وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	نُحْيٖ زندگی دیتے ہیں	وَنُمِيْتُ اور ہم مارتے ہیں	وَنَحْنُ اور ہم	الْوٰرِثُوْنَ وارث	
وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور تحقیق ہمیں معلوم ہیں	الْمُسْتَقْدِمِيْنَ آگے گزرنے والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور تحقیق ہمیں معلوم ہیں			
الْمُسْتَاْخِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	هُوَ وہ	يَحْشُرُهُمْ انہیں جمع کرے گا	اِنَّهٗ بیشک وہ	
حَكِيْمٌ حکمت والا	عَلِيْمٌ علم والا					

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام چیزوں کا تنہا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ یعنی جو چیز جتنے مقدار میں چاہے پیدا کر دے۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلا کم و کاست نکلی چلی آتی ہے۔

جو ہر حیات کا انتظام

پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر فرمانا اس کے متعلق بتلایا گیا کہ برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں۔ ان سے پانی برستا ہے جو نہروں، چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ یہی پانی تمہارے پینے کے کام بھی آتا ہے اور اسی سے دریا نہر کنوئیں چشمہ وغیرہ بن جاتے ہیں اور تمہاری ضرورتوں کے لئے پانی کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ تمہارے بس کا نہیں کہ اپنی کھیتی باڑی کے لئے اور اپنے پینے اور دیگر استعمال کے لئے پانی کا کافی ذخیرہ اکٹھا کر لو۔ پانی آسمان سے بارش، برف، اولوں وغیرہ کی شکل میں ہواؤں کے ذریعہ زمین پر برستا ہے جس میں سے کچھ دریاؤں، نہروں وغیرہ کی شکلوں

میں زمین کی سطح پر بہنے لگتا ہے اور کچھ زمین میں جذب ہو کر اس کے اندر جمع ہو جاتا ہے۔ جس کو تم بوقت ضرورت کنوئیں وغیرہ کھود کر حاصل کر لیتے ہو۔ اگر اللہ عزوجل اس تدبیر سے بادلوں کے ذریعہ پانی نہ برسائے تو تم پانی کا ذخیرہ اپنے لئے اکٹھا نہیں کر سکتے۔ نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے نہ نیچے چشمہ اور کنویں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو۔ اگر چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک کر دے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے تم پانی کو حاصل کر سکتے ہو۔ تو مقصود اس بتلانے سے یہ ہے کہ قدرت کی ان تمام نشانیوں اور کارگزاریوں کو دیکھ کر انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو پہچانے اور اسی کو تمام جہان کا پیدا کرنے والا اور اس ساری کائنات کا انتظام کرنے والا اور پالنے والا مانے کیونکہ کوئی مخلوق اس قابل نہیں جو یہ سب کام کر سکے۔

جس نے حیات بخشی وہی موت دے گا اور جزا دیگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا فنا ہو جائے گی ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا وہی انسانوں کو جلانے والا ہے اور وہی مارنے والا ہے۔ اور اگلا پچھلا کوئی شخص یا اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔ حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے۔ اسی کے مطابق ہر معاملہ دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائے گا۔ ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ جب اس کی حکمت مقتضی ہوگی تو تمام انسانوں کو بیک وقت انصاف کے لئے اکٹھا کیا جائے گا اور اپنے علم وحکمت کے مطابق ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا وسزا عدل وانصاف کے ساتھ دے گا۔

خلاصہ مقصود بیان یہ ہوا کہ جس رب کے کمال علم اور کمال قدرت اور کمال صنعت اور کمال انتظام کی یہ حالت ہے جو اوپر بیان ہوئی تو قیامت میں منکرین کو وہ جمع کرے گا اور ان سے ان کے انکار واستہزاء وغیرہ کا بدلہ لے گا۔

اخیر میں اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ فرما کر یہ جتلا دیا کہ اس کی حکمت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ سب کو اکٹھا کرے اور اس کا علم سب پر اس طرح حاوی ہے کہ کوئی متنفس اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی معرفت اور ایمان کامل ویقین صادق ہم سب کو عطا فرماویں اور قیامت میں ہم کو اپنے مخلصین کے گروہ میں محشور فرماویں۔

یا اللہ! جتنی زندگی ہم کو دنیا کی آپ نے عطا فرمائی ہے وہ ایمان واسلام اور اتباع وفرمانبرداری کی زندگی ہو اور جب ہم کو موت نصیب فرماویں تو ایمان اسلام ہی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرماویں۔

یا اللہ! آپ کی بے شمار اور بے حساب نعمتوں کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ کوئی لمحہ اور کوئی آن ہم پر ایسا نہیں گزرتا کہ جو آپ کی نعمتوں کی بارش ہم پر نہ ہو رہی ہو۔ یا اللہ! ہمیں ان نعمتوں کا احساس نصیب فرما اور صحیح شکر گزاری کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ! ہماری موت وحیات آپ ہی کے قبضہ میں ہے اور اس دنیا سے گزر کر ہم کو پھر آپ ہی کے پاس حاضر ہونا ہے۔

یا اللہ! ہمیں جب تک آپ زندہ رکھیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اور جب موت دیں تو مغفرت اور رحمت سے نوازیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝٢٦ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوئی تھی پیدا کیا۔اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ

مِن نَّارِ السَّمُومِ ۝٢٧

ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا اور تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْإِنسَانَ انسان	مِن سے	صَلْصَالٍ کھنکتا ہوا	مِّنْ حَمَإٍ سیاہ گارے سے	مَّسْنُونٍ سڑا ہوا
وَالْجَانَّ اور جن	خَلَقْنَاهُ ہم نے اسے پیدا کیا	مِن قَبْلُ اس سے پہلے	مِن سے	نَّارِ السَّمُومِ آگ بے دھوئیں کی	

تخلیق انس کی ابتداء

گذشتہ آیات سے توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون چل رہا ہے اور متعدد دلائل گذشتہ آیات میں بیان فرمائے گئے تھے۔

اب ان آیات میں انسان اور جن کی پیدائش کی ابتدا' کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ اپنی توحید ثابت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور فرشتوں کو تعظیمی سجدۂ آدم کا حکم اور ابلیس کا انکار ان تمام واقعات کا بیان تفصیل سے سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یہاں اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قدرت الٰہی نے کس طرح ایک حقیر ترین چیز سے جو ہمیشہ تمہارے قدموں سے پامال ہوتی رہتی ہے تمہاری ہستی کو پیدا کیا اور اسے اس درجہ تک بلند کیا کہ ملائکہ کی مسجود ہوئی۔

مادۂ تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کی ساخت میں اگرچہ ہوا۔ آگ اور پانی کے اجزاء بھی شامل ہیں مگر چونکہ خاک کا حصہ زیادہ تھا اس لئے تعمیر و تخلیق آدم کا اصل مادہ خاک کو قرار دیا قرآن پاک میں مختلف مواقع پر مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کہیں تراب یعنی خاک کہیں طین یعنی کیچڑ کہیں حَمَإٍ مَّسْنُونٍ یعنی سڑے ہوئے گارے اور کہیں صَلْصَالٍ یعنی کھنکھناتی ہوئی پختہ مٹی اور ایک جگہ صَلْصَالٍ کو فخار یعنی ٹھیکری سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ بہرحال ان تمام تصریحات میں یہی بتلایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا لیکن مٹی پر مختلف دور گزرنے سے مختلف حالات طاری ہوتے رہے۔ شروع میں معمولی خاک تھی پھر پانی ملایا گیا تو کیچڑ بن گئی۔ پھر کچھ مدت پڑی رہی تو سڑ گئی اور آخر میں بالکل خشک صَلْصَالٍ بن گئی پھر صَلْصَالٍ میں مزید پختگی پیدا ہوئی تو وہ فخار ٹھیکری کی طرح ہو گئی۔ پھر جیسا کہ اگلی آیات کے بیان سے معلوم ہوگا حضرت آدم کے پتلے میں روح ڈالی گئی اور فرشتوں سے سجدہ تعظیمی کرایا گیا تو یہاں مقصود یہ بتلانا ہے کہ عاقل اگر غور کرے تو بہت جلد اقرار کر سکتا ہے کہ خاک اور پانی کا ازخود جمع ہونا اور اس میں روح پڑنا ازخود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم اور بڑی قدرت والے خلاق عظیم کا کام ہے اس طرح نوع انسانی کی اصل اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدائش کا حال بیان کر کے توحید کا اثبات فرمایا گیا۔

تخلیق جنات

آگے دوسری آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ صرف آدمؑ ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا نہیں فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام سے سینکڑوں ہزاروں برس پیشتر نوع جنات کی اصل اول جان کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔ جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ جس طرح تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام

ہیں اسی طرح تمام جنات کے باپ کا نام جان ہے۔ جان کے معنی لغت میں چھپانے والے کے ہیں۔ چونکہ جنات نظر سے مخفی ہیں اس لئے ان کو جان کہا جاتا ہے۔ جنات کی پیدائش کے متعلق قرآن پاک میں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک نار السموم یعنی وہ آگ جو دھواں نہ ہونے کی وجہ سے گرم ہو اور لو کی طرح ہو اور دوسرا لفظ مارج آیا ہے یعنی آگ کا بھڑکتا شعلہ۔ بہرحال حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ جنات کی پیدائش شفاف آگ سے ہوئی ہے۔ گویا ملائکہ اور انسان کے درمیان جنات کی خلقت ہے کہ نہ انسان کی طرح کثیف مادہ سے ہوئی ہے۔ نہ فرشتہ کی طرح نور مجرد سے۔ چونکہ ہر چیز اپنی لطافت کی وجہ سے مختلف اشکال کو بآسانی قبول کر سکتی ہے اور بسہولت ترک کر سکتی ہے مثلاً پانی مٹی سے لطیف ہے اس لئے جس برتن میں ڈالا جائے اسی کی شکل قبول کر لیتا ہے پانی سے زیادہ لطیف ہوا ہے اور ہوا سے زیادہ لطیف آگ ہے اس لئے جس مخلوق کی پیدائش صاف و شفاف آگ سے ہوئی ہو اس میں تغیر اشکال کی زیادہ قابلیت ہے اور چونکہ جنات کو قوت ارادہ بھی عطا کی گئی ہے اس لئے وہ ہر شکل کو آسانی کے ساتھ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر آسانی کے ساتھ اس کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔

تاہم جنات بھی بالکل انسانوں جیسے بے بس مخلوق ہیں۔ کوئی وصف ذرہ بھر بھی ان میں معبودیت کا موجود نہیں۔ فرق صرف مادہ کا ہے۔ انسان کی ترکیب اور پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہوئی اور جنات کی آگ سے۔ ان کی مخلوقیت اور عجز کو دکھانے ہی کے لئے قرآن مجید نے ان کا ذکر انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ کیا۔ بہرحال آیت سے یہ بات ثابت ہے کہ نوع جن انسانوں کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہے۔ جس کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش سے قبل ہوئی اور انسانوں کے باپ کو ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں مٹی کا عنصر غالب تھا اور جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہوا جس میں آگ کا عنصر غالب تھا۔ ابلیس یعنی شیطان بھی اسی نوع جنات میں سے تھا۔

مقصود بیان

یہاں ان آیات میں انسان اور جنات کی پیدائش کا حال بیان فرما کر یہ جتلانا بھی مقصود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو ابتداء پیدا کرنے پر قادر تھے تو ان کا دوبارہ پیدا کرنا قیامت میں کیا مشکل ہے۔ پس یہ بھی ایک دلیل ہے حشر کی۔ اور چونکہ اس جگہ انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر آ گیا ہے اور یہ ہی پیدائش بنیاد ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اشرف المخلوقات میں پیدا کر کے اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن پاک جیسی کتاب عطا فرمائی اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل کی دولت سے مرتے وقت تک نوازیں اور ہم کو اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرما دیں اور شیطان ابلیس لعین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے، جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا، کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سو جب میں اُس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں، تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔ سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

مگر ابلیس نے کہ اُس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھ کو کون امر باعث ہوا

السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	رَبُّكَ تیرا رب	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو	اِنِّىْ بیشک میں	خَالِقٌۢ بنانے والا	بَشَرًا انسان	مِنْ سے
صَلْصَالٍ کھنکناتا ہوا	مِنْ سے	حَمَاٍ سیاہ گارا	مَّسْنُوْنٍ سڑا ہوا	فَاِذَا پھر جب	سَوَّيْتُهٗ میں اُسے درست کرلوں	وَنَفَخْتُ اور پھونکوں	
فِيْهِ اس میں	مِنْ رُّوْحِىْ اپنی روح سے	فَقَعُوْا تو گر پڑو تم	لَهٗ اس کیلئے	سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے	فَسَجَدَ پس سجدہ کیا	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتوں	
كُلُّهُمْ وہ سب	اَجْمَعُوْنَ سب کے سب	اِلَّا سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	اَبٰى اس نے انکار کیا	اَنْ کہ	يَّكُوْنَ وہ ہو	مَعَ ساتھ
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	قَالَ اس نے فرمایا	يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس	مَا لَكَ تجھے کیا ہوا	اَلَّا تَكُوْنَ کہ تو نہ ہوا	مَعَ ساتھ		
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	قَالَ اس نے کہا	لَمْ اَكُنْ میں نہیں ہوں	لِاَسْجُدَ کہ سجدہ کروں	لِبَشَرٍ انسان کو	خَلَقْتَهٗ تونے اس کو پیدا کیا		
	مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکناتا ہوا	مِنْ سے	حَمَاٍ سیاہ گارا	مَّسْنُوْنٍ سڑا ہوا		

تخلیق انسان پر شیطان کا ردعمل

گذشتہ آیات میں نوع انسان کی اصل اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور نوع جنات کی اصل یعنی جان کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ابلیس جو بعد کو شیطان کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ اسی قوم جنات میں سے تھا جیسا کہ سورۂ کہف میں نص موجود ہے۔ تو چونکہ اوپر انسان اور جنات کی پیدائش کا ذکر آ گیا اور یہی پیدائش بنیاد ہے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصہ کی اس لئے عبرت حاصل کرنے کے لئے اس قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک مخلوق مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ جب اس کا بدن ٹھیک ٹھاک تیار ہو جائے گا تو اس میں اپنے حکم سے روح داخل کروں گا۔ اس وقت تم سب اس کے آگے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ چنانچہ جب وہ مٹی کا بدن ہر طرح سے درست ہوگیا اور اس میں روح داخل کردی گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق سارے فرشتے اس کے سامنے سجدہ میں تعظیم کے لئے گر گئے لیکن ابلیس جو خلقت میں جنات میں سے تھا اور کثرت عبادت سے اس کو فرشتوں کے ساتھ آسمان میں رہنے کا حکم مل گیا تھا وہ فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں

شریک نہ ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس کیا وجہ کہ تو نے فرشتوں میں مل کر رہتے ہوئے میرے حکم کی تعمیل نہ کی اور دوسرے فرشتوں کے ساتھ آدم کو سجدہ نہ کیا اور تعظیم نہ بجا لایا۔ تو ابلیس نے عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کئے اور باطل قیاس آرائیوں کی بنا پر کہنے لگا کہ ایسے حقیر و ذلیل مادہ سے بنی ہوئی مخلوق کو میں سجدہ کروں جو نورانی مادہ آتش سے بنا ہوا ہے آتشی کہیں خاکی کے آگے اور نورانی کہیں ظلماتی کے آگے جھک سکتا ہے۔ گویا اپنے فعل کی یہ دلیل دینے لگا کہ مادۂ لطیف مادۂ کثیف سے افضل و بہتر ہوتا ہے اور افضل کو غیر افضل کے آگے کبھی کسی اعتبار سے جھکنا نہیں چاہئے۔ گویا امر الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے کو چلانے لگا اور حکم الٰہی کو خلاف عقل سمجھ کر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

امر الٰہی کی تعمیل لازمی ہے

یہاں شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا بتلا رہا ہے کہ امر الٰہی کی تعمیل لازم ہے۔ اس میں چوں و چرا کرنا اور اس حکم کی وجہ دریافت کرنا خلاف دانش ہے۔ اگرچہ ابلیس نے اپنے باطل قیاس کی بناء پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا خلاف عقل جانا مگر چونکہ امر الٰہی تھا اس لئے اس کی تعمیل واجب تھی۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی حکم الٰہی خلاف عقل نہیں ہوا کرتا گو بظاہر کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ اس واقعہ سے ان خشک دماغ لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو احکام الٰہیہ کو خلاف عقل سمجھ کر ان کی تعمیل سے سینہ زوری کرتے ہیں اور ہر جگہ اپنی ناقص العقل کو دوڑاتے ہیں۔ کمبخت مردود ابلیس یہ نہ سمجھا کہ میرا اولین فرض اپنے خالق مالک اور رب کا حکم بجالانا ہے۔ آقا کے قطعی حکم کے بعد بندے کی مجال نہیں کہ فرمانبرداری میں چوں و چرا کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو ابلیس کا حشر جو ہوا اور جو آئندہ آیات میں بتلایا گیا ہے وہ سامنے رکھے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ایسی عقل و فہم عطا فرماویں کہ ہم احکام الٰہیہ کے آگے چوں و چرا کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ فراخدلی کے ساتھ حکم الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہوں۔ یا اللہ! آپ کے احکام کی حکمت و راز خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہمارا وظیفہ تو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری ہو۔

یا اللہ! ہم کو شیطانی وساوس سے محفوظ فرمایئے۔ جو ہمیشہ اسی چال میں لگا رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح بندوں سے نافرمانی کے کام کراوے۔ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے شیطان کی چالوں سے ہم کو بچایئے گا اور تا دم آخر اسلام و ایمان کے ساتھ اپنی اطاعت نصیب فرمایئے گا۔ یا اللہ! اب امت کے بعض افراد میں بھی یہ مرض پیدا ہونے لگا ہے کہ احکام شرعیہ کی حکمت سمجھنے کے پیچھے پڑتے ہیں اور جب ان کی کوتاہ عقل میں کسی حکم کی حکمت سمجھ میں نہیں آتی تو اس حکم سے اعراض برتنے لگتے ہیں۔

یا اللہ! اس مرض سے ہم کو بچایئے گا اور احکام شرعیہ کی اطاعت بغیر چوں چرا ہم کو نصیب فرمایئے گا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ

ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہوگیا۔اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔کہنے لگا

فَأَنْظِرْنِيْٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ارشاد ہوا تو تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

کہنے لگا کہ اے میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں اُن کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

اور اُن سب کو گمراہ کروں گا۔بجز آپ کے اُن بندوں کے جو اُن میں منتخب کیے گئے ہیں۔ارشاد ہوا، کہ یہ ایک سیدھا رستہ ہے، جو مجھ تک پہنچتا ہے۔واقعی میرے

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا، ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے۔اور اُن سب سے جہنم کا وعدہ ہے۔

أَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کیلئے اُن لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَاخْرُجْ پس نکل جا	مِنْهَا یہاں سے	فَإِنَّكَ بیشک تو	رَجِيْمٌ مردود	وَإِنَّ اور بیشک	عَلَيْكَ تجھ پر	اللَّعْنَةَ لعنت	إِلٰى تک
يَوْمِ الدِّيْنِ روزِ انصاف	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	فَأَنْظِرْنِيْ تو مجھے مہلت دے	إِلٰى تک	يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ جس دن اُٹھائے جائیں			
قَالَ اس نے کہا	فَإِنَّكَ بیشک تو	مِنَ سے	الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیئے جانے والے	إِلٰى تک	يَوْمِ دن	الْوَقْتِ وقت	الْمَعْلُوْمِ معلوم	
قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	بِمَا جیسا کہ	أَغْوَيْتَنِيْ تو نے مجھے گمراہ کیا	لَأُزَيِّنَنَّ تو میں ضرور آراستہ کروں گا	لَهُمْ ان کیلئے			
فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ اور میں ضرور گمراہ کروں گا انکو	أَجْمَعِيْنَ سب	إِلَّا سوائے	عِبَادَكَ تیرے بندے	مِنْهُمُ ان میں سے			
الْمُخْلَصِيْنَ مخلص	قَالَ اس نے کہا	هٰذَا یہ	صِرَاطٌ راستہ	عَلَيَّ مجھ تک	مُسْتَقِيْمٌ سیدھا	إِنَّ بیشک	عِبَادِيْ میرے بندے	
لَيْسَ نہیں	لَكَ تیرے لئے	عَلَيْهِمْ اُن پر	سُلْطٰنٌ کوئی زور	إِلَّا مگر	مَنِ جو	اتَّبَعَكَ تیری پیروی کی	مِنَ سے	الْغٰوِيْنَ بہکے ہوئے
وَإِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمَوْعِدُهُمْ ان کیلئے وعدہ گاہ	أَجْمَعِيْنَ سب	لَهَا اس کیلئے	سَبْعَةُ سات	أَبْوَابٍ دروازے		
لِكُلِّ بَابٍ ہر دروازہ کے لئے	مِنْهُمْ اُن سے	جُزْءٌ ایک حصہ	مَقْسُوْمٌ تقسیم شدہ					

شیطان کا مردود وملعون ہونا: گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا۔ابلیس جو جنات میں سے تھا اور اپنی کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے اندر جاملا تھا وہ فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں شریک نہ ہوا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس تو نے فرشتوں

کے ساتھ مل کر آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا تو ابلیس نے جواب دیا تھا کہ آدم تو ایسے حقیر و ذلیل مادہ یعنی سڑی ہوئی مٹی سے بنایا گیا ہے اور میں نورانی مادہ آتش سے پیدا ہوا ہوں تو میں نورانی ہو کر ظلماتی کو سجدہ کیسے کرتا۔ اس پر جو حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا اور ابلیس نے جو پھر اس کا جواب دیا اور پھر حق تعالیٰ کی طرف سے جو جواب الجواب دیا گیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب ابلیس حقیقت امر کو نہ سمجھ سکا اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے اور قیاس باطل چلانے لگا تو خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو اس بلند مقام اور مرتبہ کے قابل نہیں اس لئے یہاں سے نکل جا تو مردود بارگاہ ہو گیا۔ اب یہ کہاں سے نکلنے کا حکم ہوا اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جنت سے نکلنے کا حکم ہوا۔ بعض کے نزدیک گروہ ملائکہ سے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک آسمان سے نکل جانے کا حکم ہوا۔

شیطان کا منشور انسانوں کو گمراہ کرنا ہے

اب ابلیس ملعون کی آنکھیں کھلیں اور سوچا کہ یہ تو معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا۔ آدم کی وجہ سے مجھے یہ دائمی ذلت نصیب ہوئی اس لئے اس سے اور اس کی اولاد سے سمجھوں گا تو جھٹ بارگاہ خداوندی میں روز حشر تک زندہ رہنے کی درخواست پیش کر دی جس سے مطلب اس کا یہ تھا کہ اگر وقت حشر تک زندہ رکھنے کا خدا نے وعدہ فرما لیا تو پھر موت کبھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت کبھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت آ ہی نہیں سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ تو سب ڈھکی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حشر تک تو مہلت نہ دی البتہ ابتدائے قیامت یعنی نفخۂ اولیٰ تک مہلت عطا فرما دی اور فرمایا کہ اچھا تجھے وقت معلوم یعنی فناء عالم کے دن تک مہلت ہے جس وقت تمام مخلوق فنا ہو جائے گی ان کے ساتھ تو بھی مرے گا اور دوبارہ صور پھونکے جانے کے بعد سب کے ساتھ تو بھی زندہ ہوگا۔ اب ابلیس کا حال اس وقت وہی ہوا جو کسی مجرم کا اپنے خلاف فیصلہ سن کر ہو سکتا ہے۔ احکم الحاکمین کا تو وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا لیکن اپنے مقابلہ میں جیتنے والے حریف کی جان کا دشمن ہو گیا اور قسم کھا کر بولا کہ اے رب چونکہ آپ نے مجھے آدم کی وجہ سے مردود بارگاہ کر دیا ہے اس لئے میں بھی اولاد آدم کی نظر فریبی۔ دلکشی اور گمراہی کے سامان فراہم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ اور سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں آپ کے مخلص اور برگزیدہ تو میری دسترس سے باہر ہوں گے۔ ان پر تو میرا بس نہیں چلے گا لیکن اوروں کو سیدھی راہ سے ہٹانے میں جان توڑ کوشش کروں گا۔

اللہ والوں پر شیطان کامیاب نہیں ہوسکتا

اس پر احکم الحاکمین کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میرا راستہ جو سیدھا مجھ تک پہنچاتا ہے صاف ہے جو لوگ اس راستہ کو اختیار کر لیں گے ان پر تیرا بس نہ چلے گا ہاں جو راہ مستقیم چھوڑ کر تیری پیروی کریں گے وہ ضرور گمراہ ہوں گے اور تم سب یعنی تو اور تیری پیروی کرنے والے سب جہنم رسید ہوں گے۔ جس کے سات دروازہ ہیں اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک دروازہ مخصوص ہو جائے گا اور ہر گروہ اپنے اپنے دروازہ سے جہنم رسید ہوگا مثلاً مشرکوں اور کافروں کا دروازہ۔ سرکشوں اور حال مستوں کا دروازہ' ڈاکوؤں اور قاتلوں کا دروازہ' شہوت پرستوں اور زنا کاروں کا دروازہ' چوروں اور دھوکہ بازوں کا دروازہ وغیرہ وغیرہ۔

مقصود بیان: اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا یہ قصہ بیان کرنے سے مقصود کفار و مشرکین کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ تم اپنے ازلی دشمن شیطان ابلیس کے پھندے میں پھنس گئے ہو اور اس کے مکر و فریب میں گرفتار ہو۔ اللہ کے نبی تو تمہیں اس کے پھندے سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تم احمق لوگ ہو کہ اپنے دشمن کو دوست اور اپنے خیر خواہ کو دشمن سمجھتے ہو اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی اسی قصہ سے ان پر واضح کی گئی ہے کہ تمہارے لئے راہ نجات صرف ایک ہے اور وہ ایک اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر تم جس راہ پر بھی جاؤ گے وہ شیطان کی راہ ہے جو سیدھی جہنم کی طرف جاتی ہے۔ تیسری بات جو اس قصہ کے ذریعہ سے ان کو سمجھائی گئی ہے یہ ہے کہ اپنی اس غلطی کے ذمہ دار تم خود ہو۔ شیطان کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ دنیا کی دلفریبیوں سے تم کو دھوکہ دے کر تمہیں صراط مستقیم سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس سے دھوکہ کھانا تمہارا خود اپنا فعل ہے اور جس کی ذمہ داری تمہارے سوا کسی اور پر نہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۴۵ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝۴۶ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

بیشک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔تم اُن میں سلامتی اور امن سے داخل ہو۔اور اُن کے دلوں میں جو کینہ تھا

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰي سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۷ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا

ہم وہ سب دُور کر دیں گے، کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔وہاں اُن کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے

بِمُخْرَجِيْنَ ۝۴۸ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۴۹ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝۵۰

نکالے جاویں گے۔آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا بھی ہوں۔اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگار	فِيْ میں	جَنّٰتٍ باغات	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	اُدْخُلُوْهَا تم ان میں داخل ہو جاؤ	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	
اٰمِنِيْنَ بے خوف و خطر	وَنَزَعْنَا اور ہم نے کھینچ لیا	مَا جو	فِيْ میں	صُدُوْرِهِمْ ان کے سینے	مِّنْ سے	غِلٍّ کینہ	اِخْوَانًا بھائی بھائی
عَلٰي پر	سُرُرٍ تخت	مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے	لَا يَمَسُّهُمْ انہیں نہ چھوئے گی	فِيْهَا اس میں	نَصَبٌ کوئی تکلیف	وَّمَا اور نہ	
هُمْ وہ	مِّنْهَا اس سے	بِمُخْرَجِيْنَ نکالے جائیں گے	نَبِّئْ خبر دیدو	عِبَادِيْٓ میرے بندے	اَنِّيْٓ کہ بیشک	اَنَا میں	الْغَفُوْرُ بخشنے والا
الرَّحِيْمُ نہایت مہربان	وَاَنَّ اور یہ کہ	عَذَابِيْ میرا عذاب	هُوَ وہ	الْعَذَابُ عذاب	الْاَلِيْمُ دردناک		

اہل ایمان متقیوں کی جزائے خیر کا بیان

گذشتہ آیات میں ابلیس کی پیروی کرنے والوں کو یعنی کفار اور مشرکین کو جہنم میں داخل کئے جانے کی وعید سنائی گئی تھی۔

سرکشوں اور نافرمانوں کی سزا کی صراحت کے بعد مناسب تھا کہ اہل ایمان اور متقی پرہیزگار فرمانبرداروں کی جزاء خیر کو بیان کر دیا جائے اس لئے ان آیات میں اہل ایمان، متقین و مومنین کے حسن عمل کے ثواب کی تصریح فرمائی اور بتلایا جاتا ہے کہ متقین یعنی وہ اہل ایمان جو شیطان کی پیروی سے بچے رہے ہوں اور جنہوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے عبدیت کی زندگی دنیا میں گزاری ہو اور کفر و شرک اور گناہوں سے پرہیز کیا وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے چشمیں و نہریں بہتی ہوں گی اور اس خوشخبری کے ساتھ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا کہ تم تمام آفات و عیوب سے صحیح و سالم اور آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر، پریشانی گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے بے کھٹکے رہو اور جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہے گی۔ بالکل پاک صاف کر کے داخل کئے جائیں گے۔ نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہو گا بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت و الفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و محظوظ ہو گا اور عزت و کرامت کے تختوں پر بیٹھ کر آمنے سامنے باتیں کریں گے۔

جنت کی راحت و عیش لازوال ہو گی

انہیں نہ وہاں کسی مشقت و اذیت سے پالا پڑے گا نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ کیسی ہی عظیم ترین لذت و راحت ہو مگر دو چیزیں اس کو مکدر کر دیتی ہیں ایک تو لذت و راحت کے ساتھ کسی اذیت، تکلیف، مرض، دکھ یا کسی

اور نا گوار خاطر بات کا ظاہر ہونا۔ دوسرے زوال اور فناء نعمت کا اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے دونوں اندیشوں کو دور فرما کر اطمینان دلایا کہ جنتیوں کو وہاں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ اس کی تشریح ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے۔ اور اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت تم کو نہ آئے گی۔ اور اب تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا تم پر نہ آئے گا اور اب تم ہمیشہ آرام سے مقیم رہو گے کبھی سفر کی تکلیف تمہیں اٹھانی نہ پڑے گی۔ اس کی مزید تشریح قرآن پاک کی بعض دیگر آیات و نیز احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں اہل جنت کو اپنی معاش اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے لئے کوئی تکلیف و محنت نہ کرنی پڑے گی۔ سب کچھ انہیں بلاسعی و مشقت ملے گا۔ تو دونوں قسم کے لوگوں کے حالات بیان فرما دیئے گئے۔

بخشش الٰہی کا اعلان

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بندوں کو یہ بتلا دیجئے کہ میں ہی بڑا مغفرت اور نہایت معاف کرنے والا بھی ہوں اور نیز یہ کہ میری سزا بھی دردناک سزا ہے۔ یعنی میں مغفرت و رحمت میں بھی کامل ہوں اور تعذیب میں بھی۔ تو مقصود یہ نکلا کہ جن لوگوں نے نفسانیت یا کسی دھوکے سے ابلیس لعین کا اتباع کیا ہے وہ توبہ کر لیں میں معاف کر دوں گا اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو پھر میں سزا بھی ایسی دوں گا جیسی دینی چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن متقین اہل جنت بندوں کا ذکر ان آیات میں فرمایا ہے یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی ان متقین بندوں میں شامل فرما لیجئے تا کہ ان کے ساتھ ہمیں بھی امن و سلامتی کے ساتھ آپ کی جنت میں داخل ہونا نصیب ہو۔

یا اللہ! ہمارے حق میں اپنی صفت و شان غفور الرحیمی ظاہر فرمایئے اور ہم سب کی اپنی رحمت سے مغفرت فرما دیجئے۔

یا اللہ! اپنے عذاب سے ہمیں اس دنیا میں بھی محفوظ فرمایئے اور آخرت میں بھی مامون فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾

اور آپ ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کی بھی اطلاع دیجئے۔ جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر انہوں نے السلام علیکم کہا۔ ابراہیمؑ کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں

قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ

انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیمؑ کہنے لگے، کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر بشارت دیتے ہو

فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ

کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا، سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو۔ وہ بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا

مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا

اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے۔ فرمانے لگے کہ اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم

إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا

قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر لوطؑ کا خاندان، کہ ہم ان سب کو بچالیں گے۔ بجز ان کی بی بی کے کہ اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ

إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾

ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جائے گی۔

وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبر دو	عَنْ سے	ضَيْفِ مہمان	إِبْرَاهِيمَ ابراہیم	إِذْ جب	دَخَلُوا وہ داخل ہوئے	عَلَيْهِ اس پر	
فَقَالُوا تو انہوں نے کہا	سَلَامًا سلام	قَالَ اس نے کہا	إِنَّا بیشک ہم	مِنْكُمْ تم سے	وَجِلُونَ ڈرنے والے ہیں	قَالُوا انہوں نے کہا	
لَا تَوْجَلْ ڈرو نہیں	إِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں	بِغُلَامٍ ایک لڑکا	عَلِيمٍ علم والا	قَالَ اس نے کہا			
أَبَشَّرْتُمُونِي کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو	عَلَىٰ پر	أَنْ کہ	مَسَّنِيَ مجھے پہنچ گیا	الْكِبَرُ بڑھاپا	فَبِمَ سو کس بات		
تُبَشِّرُونَ تم خوشخبری دیتے ہو	قَالُوا وہ بولے	بَشَّرْنَاكَ ہم نے تمہیں خوشخبری دی	بِالْحَقِّ سچائی کیساتھ	فَلَا تَكُنْ آپ نہ ہوں			
مِنَ سے	الْقَانِطِينَ مایوس ہونے والے	قَالَ اس نے کہا	وَمَنْ اور کون	يَقْنَطُ مایوس ہوگا	مِنْ سے	رَحْمَةِ رحمت	رَبِّهِ اپنا رب
إِلَّا سوائے	الضَّالُّونَ گمراہ	قَالَ اس نے کہا	فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا ہے تمہارا کام	أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ اے بھیجے ہوئے	قَالُوا وہ بولے		
إِنَّا بیشک	أُرْسِلْنَا بھیجے گئے	إِلَىٰ طرف	قَوْمٍ ایک قوم	مُجْرِمِينَ مجرم	إِلَّا سوائے	آلَ لُوطٍ گھر والے لوط کے	إِنَّا ہم
لَمُنَجُّوهُمْ البتہ ہم انہیں بچالیں گے	أَجْمَعِينَ سب	إِلَّا سوائے	امْرَأَتَهُ اس کی عورت	قَدَّرْنَا ہم نے فیصلہ کر لیا ہے			
إِنَّهَا بیشک وہ	لَمِنَ سے	الْغَابِرِينَ پیچھے رہ جانے والے					

رحمت وغضب الٰہی کا مظاہرہ

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ اللہ عزوجل کی رحمت وغضب دونوں صفات کی طرف بندوں کو متوجہ کریں اور ان کو بتا دیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والے ہیں وہیں ان کا عذاب بھی سخت ہے اور بڑی دردناک سزا دینے والے بھی ہیں۔ چونکہ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کے نمونہ دو قصوں کے ضمن میں ذکر فرمائے جاتے ہیں۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کے لئے رحمت اور دوسری طرف قوم لوط پر عذاب و ہلاکت کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعہ بیٹے کی بشارت

یہ قصہ سورۂ ہود میں قدرے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے یہاں اختصار کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس چند مسافر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی تو مشہور ہے۔ فوراً ان مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرایا اور کھانا لا کر رکھا۔ مہمانوں نے کھانا کھانے سے ہاتھ روکا۔ دراصل یہ مہمانوں کی صورت میں آنے والے اللہ کے فرشتے تھے۔ اس لئے انہیں کھانے سے کیا کام۔ ان کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطرہ محسوس ہوا کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کوئی شخص اگر کسی سے دل میں دشمنی رکھتا تھا تو اس کے گھر کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ یہی علامت عداوت کی تھی۔ تو ان مہمانوں کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا اظہار ان مہمانوں سے فرمایا کہ ہم تو تم سے خائف ہیں۔ اس پر فرشتوں نے حقیقت حال کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اظہار کیا اور بتلایا کہ ہم فرشتے ہیں اور منجانب اللہ آپ کے پاس ایک بشارت اور خوشخبری لے کر آئے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کی زوجہ حضرت سارہ جن سے کوئی اولاد نہ تھی ان سے ایک نہایت دانا اور عالم فرزند پیدا ہوگا۔ مراد اس سے حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ تو چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی پیرانہ سالی دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی اور اس خوشخبری پر حیرت بھی ہوئی اور تعجب بھی کہ کیا بوڑھوں کے ہاں بھی اولاد ہو سکتی ہے۔ بہرحال فرشتوں نے پھر اطمینان دلایا کہ یہ بشارت بالکل سچی ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہی ہو کر رہے گا اور حضرت ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ آپ اللہ کی رحمت پر یقین رکھئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ کی رحمت سے مایوس یا ناامید نہیں ہوں۔ یہ مایوسی تو گمراہوں کو ہوا کرتی ہے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے میں تو اپنے رب رحیم وکریم پر پورا یقین رکھتا ہوں۔

قوم لوط کی ہلاکت کا فیصلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے پوچھا کہ کیا تم محض یہ بشارت ہی سنانے کے لئے بھیجے گئے ہو یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرائن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد ان فرشتوں کی تشریف آوری میں کوئی اور ہے۔ اس پر فرشتوں نے جواب دیا کہ اب ہمیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف جانا ہے وہ ایک بری لت میں مبتلا ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے ہم اس قوم کو جا کر ہلاک کریں گے۔ مگر لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے والے جس میں ان کے متبعین بھی آ گئے ان سب کو بچا دیں گے۔ سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ نہ بچ سکے گی۔ اس کی بابت اللہ عزوجل نے ہمیں فیصلہ سنا دیا ہے کہ وہ حضرت لوط سے چھوٹ کر ہلاک ہونے والوں میں رہ جائے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں میں ڈھانپے رکھیں۔ اور اپنے غصہ وغضب سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم کو اس دنیا اور اس زندگی میں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے جن کے باعث آپ ہم سے راضی رہیں اور ان اعمال سے یا اللہ ہم کو بچایئے جن کے باعث آپ کا غصہ وغضب قوموں پر نازل ہوا کرتا ہے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوطؑ کے پاس آئے۔ کہنے لگے تم تو اجنبی آدمی ہو۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں

كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ

یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے

وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ

اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ کا تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا۔ اور ہم نے لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ

الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

صبح ہوتے اُن کی بالکل جڑ ہی کٹ جائے گی۔ اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ

سو مجھ کو فضیحت مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو۔ وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کو مہمان بنانے)

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ

سے منع نہیں کر چکے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو۔ آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

پس سورج نکلتے نکلتے اُن کو آواز سخت نے آدبایا۔ پھر ہم نے اُن بستیوں کا اُوپر کا تختہ تو نیچے کردیا اور اُن لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے۔

مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ

اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کیلئے۔ اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں۔ ان بستیوں میں

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

اہل ایمان کیلئے بڑی عبرت ہے۔

فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آئے	اٰلَ لُوْطٍ لوطؑ کے گھر والے	الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّكُمْ بیشک تم	قَوْمٌ لوگ	
مُّنْكَرُوْنَ اوپرے	قَالُوْا وہ بولے	بَلْ بلکہ	جِئْنٰكَ ہم آئے ہیں تمہارے پاس	بِمَا اسکے ساتھ جو	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	
يَمْتَرُوْنَ شک کرتے	وَاَتَيْنٰكَ اور ہم تمہارے پاس آئے ہیں	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَاِنَّا اور ہم بیشک	لَصٰدِقُوْنَ البتہ سچے			
فَاَسْرِ پس لے نکلیں آپ	بِاَهْلِكَ اپنے گھر والوں کو	بِقِطْعٍ ایک حصہ	مِنَ سے	الَّيْلِ رات	وَاتَّبِعْ اور خود چلیں	اَدْبَارَهُمْ انکے پیچھے	

وَلَا اور نہ	يَلْتَفِتْ پیچھے مڑ کر دیکھے	مِنْكُمْ تم میں سے	اَحَدٌ کوئی	وَّامْضُوْا اور چلے جاؤ	حَيْثُ جیسے	تُؤْمَرُوْنَ تمہیں حکم دیا گیا	
وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ بھیجا	اِلَيْهِ اس کی طرف	ذٰلِكَ اس	الْاَمْرَ بات	اَنَّ کہ	دَابِرَ جڑ	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	مَقْطُوْعٌ کٹی ہوئی
مُّصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	وَجَآءَ اور آئے	اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ شہر والے	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّ کہ		
هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	ضَيْفِيْ میرے مہمان	فَلَا تَفْضَحُوْنِ پس مجھے رسوا نہ کرو تم	وَاتَّقُوا اور ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَلَا تُخْزُوْنِ اور مجھے خوار نہ کرو		
قَالُوْٓا وہ بولے	اَوَ کیا	لَمْ نَنْهَكَ ہم نے تجھے منع نہیں کیا	عَنِ سے	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان	قَالَ اس نے کہا	هٰٓؤُلَآءِ یہ	
بَنٰتِيْٓ میری بیٹیاں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	فٰعِلِيْنَ کرنیوالے	لَعَمْرُكَ تمہاری جان کی قسم	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَفِيْ البتہ میں	
سَكْرَتِهِمْ اپنے نشہ	يَعْمَهُوْنَ مدہوش تھے	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آلیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	مُشْرِقِيْنَ سورج نکلتے وقت	فَجَعَلْنَا پس ہم نے کردیا		
عَالِيَهَا اس کے اوپر کا حصہ	سَافِلَهَا اس کے نیچے کا حصہ	وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے	عَلَيْهِمْ اُن پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ سے		
سِجِّيْلٍ سنگِ گل	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ غور و فکر کرنے والوں کیلئے	وَاِنَّهَا اور بیشک وہ	
لَبِسَبِيْلٍ راستہ پر	مُّقِيْمٍ سیدھا	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے	

قوم لوط کی بدمستی

گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کا ذکر بطور نظیر ونمونہ فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ رحمت والے بھی ہیں اور عذاب دینے والے بھی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بشارت اور حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے متبعین کے لئے نجات اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نمونہ تھے۔ قوم لوط کے قصہ کا بقیہ حصہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس میں مجرمین پر غضب اور ان کی ہلاکت کا نمونہ دکھلایا گیا ہے چنانچہ فرشتے بشکل انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ آپ کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے۔ اس کے آگے کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اس جگہ قصہ لوط علیہ السلام کو ترتیب واقعات کے ساتھ نہیں بیان کیا گیا بلکہ واقعات کے بیان میں تقدیم وتاخیر کردی گئی ہے مفصل قصہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان

یہاں درمیان واقعہ کے ایک جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست خطاب فرمایا گیا ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عمر یا جان کی قسم قوم لوط اپنے جوش شہوت بدمستی اور سرشاری میں اندھی تھی۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذات محمدی سے زیادہ اشرف واکرم خدا تعالیٰ نے کسی اور کو پیدا نہیں کیا۔ میں نے نہیں سنا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ نے کسی اور پیغمبر یا فرشتہ کی زندگی کی قسم کھائی ہو مگر یہاں ایک شریعت کا مسئلہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انسانوں کو کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے۔ بہت سی حدیثوں میں اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے بندوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائیں مگر خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائیں۔

سامان عبرت

الغرض یہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے قصہ کو بیان کر کے اخیر میں فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یقیناً اس میں ایمان داروں کے لئے عبرت کی نشانی ہے کہ اللہ اپنے نیک

اور مخلص بندوں کو بغیر ظاہری اسباب کے بھی نوازتا ہے اور تباہ کار سرکش کافر باوجود ظاہری اسباب نہ ہونے کے بھی تباہ کردیئے جاتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جن کا تختہ الٹا گیا۔ آج بھی یہ مقام سطح سمندر سے کافی گہرائی میں موجود ہیں جس کے ایک بہت بڑے رقبہ پر ایک خاص قسم کا پانی سمندر کی سی صورت اختیار کیئے ہوئے ہے۔ اور اس پانی میں اب بھی یہ خاصیت ہے کہ کوئی مچھلی' مینڈک وغیرہ جانور اس میں زندہ نہیں رہ سکتا اسلیئے اس کو بحر میت انگریزی میں (Dead Sea) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو اہل بصیرت کے لئے ایک نشان تو ان واقعات میں یہ ہے کہ برے فعل کا نتیجہ آخر کار برا ہوتا ہے۔ اگر کچھ دن کی مہلت اور ڈھیل مل جائے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ دائمی اور باقی رہنے والی عزت وراحت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت پر موقوف ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر کے فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ سب کچھ ظاہری اسباب کے خلاف بھی جو چاہے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعات کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

مجرم اور نافرمان قوموں کے حالات سے اور ان کی خصلت وعادات سے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں ہم کو دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ہر طرح کے عذاب' ذلت اور آفت سے اپنی حفاظت میں رکھیئے۔ اور ان مجرم قوموں کے انجام سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کاملہ نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾

اور اصحاب ایکہ (بَن والے) بڑے ظالم تھے۔سو ہم نے اُن سے بدلہ لیا اور دونوں بستیاں صاف سڑک پر ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا۔اور ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں دیں سو وہ لوگ اُن سے روگردانی کرتے رہے۔

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر اُن میں گھر بناتے ہیں کہ امن میں رہیں۔سو اُن کو صبح کے وقت آواز سخت نے آن پکڑا۔سو

أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

اُن کے ہنر اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَانَ تھے	اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایکہ والے	لَظٰلِمِيْنَ ظالم	فَانْتَقَمْنَا ہم نے بدلا لیا	مِنْهُمْ اُن سے	وَاِنَّهُمَا اور بیشک وہ دونوں
لَبِاِمَامٍ راستہ پر	مُّبِيْنٍ کھلے	وَلَقَدْ كَذَّبَ اور البتہ جھٹلایا	اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں دیں	
اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں	فَكَانُوْا پس وہ تھے	عَنْهَا اس سے	مُعْرِضِيْنَ منہ پھیرنے والے	وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ اور وہ تراشتے تھے	مِنَ سے	
الْجِبَالِ پہاڑ	بُيُوْتًا گھر	اٰمِنِيْنَ بے خوف وخطر	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آلیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	فَمَآ اَغْنٰى تو نہ کام آیا
عَنْهُمْ ان کے	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کمایا کرتے تھے				

اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ کے واقعہ سے کفار مکہ کو تنبیہ

ان آیات میں اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر یعنی حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہما السلام کی قوم کا تذکرہ ہے جن کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں ہو چکا ہے۔ایکہ کے معنی ہیں گنجان گھنے درخت۔یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی ان کی بستی کے پاس درختوں کے بہت جھنڈے تھے اس لئے ان کو اصحاب ایکہ یعنی بن اور جنگل والے کہا جاتا تھا۔بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اہل مدین ہی کو اصحاب ایکہ کہتے ہیں لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ جدا جدا قومیں تھیں۔مگر دونوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔یہ اصحاب ایکہ اور اہل مدین دونوں ظالم تھے اور مشرک بھی تھے۔رہزنی بھی کرتے تھے اور ناپ تول میں بے ایمانی بھی کرتے تھے۔حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا نہ مانے۔سرکشی اور تکذیب کی تو عذاب نازل ہوا۔سات روز سخت گرمی پڑی۔دم گھٹنے لگے جانیں لبوں پر آ گئیں۔آٹھویں روز ابر کا ایک ٹکڑا اٹھا۔لوگوں کو بارش کی امید ہوئی لیکن مینہ کی بجائے ابر سے آگ کے شعلے برسے۔سب جل کر خاکستر ہو گئے۔مدینہ منورہ سے شام کو جانے والے راستہ میں اس تباہ کار قوم کے آثار دیکھے جاتے ہیں۔اللہ نے یہ سزا ان کی بدکاری کی پاداش میں دی۔دوسری قوم جس کا یہاں ذکر فرمایا

گیا ہے اصحاب حجر ہے یعنی حجر کے رہنے والے جس سے مراد قوم ثمود ہے جو صالح علیہ السلام کی امت تھی۔ یہ قوم بھی بدکار تھی اور انہوں نے پہاڑوں میں گھر تراشے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور معجزہ طلب کیا۔ جس پر اونٹنی پہاڑ سے بطور معجزہ پیدا ہوئی۔ مفصل قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔ بالآخر انہوں نے بھی اپنے پیغمبر وقت کی تکذیب و نافرمانی کی جس پر عذاب الٰہی آیا اور سب مر گئے۔ قوم ثمود کے کچھ افراد مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ ان اہل ایمان نے اپنی بستی الگ بنائی تھی۔ ان کا کنواں بھی علیحدہ تھا۔

غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وادی حجر کی طرف سے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک نیچا کر لیا اور سواری کو تیز کر دیا اور صحابہ کرام سے فرمایا جو بستی عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی ہے اس کی طرف مت جاؤ اور ادھر سے گزرو تو روتے ہوئے اور اگر رونا نہ آئے تو خوف الٰہی سے رونی شکل بنا لو تا کہ وہ عذاب جو ان پر آیا تھا اس سے تم محفوظ رہو۔ قوم ثمود کے کنویں سے بعض صحابہ نے پانی بھر کر اس سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں پکائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ہانڈیاں الٹوا دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلوا دیا اور آگے بڑھ کر وہاں قیام کیا جہاں حضرت صالحؑ اور آپ کے ساتھی مومن رہتے تھے۔ وہیں سے پانی بھرا اور استعمال کیا۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں رہو۔ محض سیر و تماشہ نہ سمجھے۔

غرض کہ ان آیات میں اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر پر جو عذاب نازل ہوا تھا اس کی طرف کفار مکہ کو خیال دلایا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کو ہدایت

ان آیات میں جہاں منکرین کو تنبیہ ہے کہ عذاب الٰہی بلا وجہ نہیں آتا بلکہ اعمال کی پاداش ہوتی ہے اور جس قوم پر عذاب الٰہی آتا ہے تو پھر ان کے دنیوی علوم و فنون ان کی ہنرمندی اور صناعیاں ان کی دولت ثروت اور ان کی انجینئری اور ان کی ایجادیں کوئی چیز بھی انہیں خدائی گرفت سے پناہ نہیں دے سکتیں۔ وہیں در پردہ ان آیات میں مسلمانوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ تم کو بھی اقوام کے عروج و زوال اور واقعات عالم کو نظر عبرت سے دیکھنا اور غور کرنا چاہئے۔ اللہ کی نشانیوں سے عبرت نہ حاصل کرنا اور آیات قدرت پر غور و خوض نہ کرنا اور ان سے صحیح نتیجہ اخذ نہ کرنا ہی اعراض اور روگردانی ہے۔ نشانہائے قدرت کو صرف ظاہری آنکھوں سے دیکھنا کافی نہیں بلکہ نور بصیرت سے دیکھنا لازم ہے۔ قوم ثمود نے آیات قدرت کو آنکھوں سے تو دیکھا مگر نور بصیرت سے نہ دیکھا اور روگردانی کی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ان نافرمان قوموں کے حالات اور انجام سے ہم کو نصیحت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنا اور اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا کر دنیا میں زندہ رکھیں۔

یا اللہ! اپنی شان مغفرت و رحمت کا معاملہ ہمارے ساتھ فرما۔ اور ہماری کوتاہیوں اور خطاؤں کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور دین و دنیا میں اپنے عذاب سے محفوظ و مامون فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا۔اور ضرور قیامت آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝۸۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝۸۶ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ

درگذر کیجئے۔بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے۔اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں

الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝۸۷ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

اورقرآن عظیم دیا۔آپ اپنی آنکھ اُٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھیے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دے رکھی ہے

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝۸۹

اور اُن پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھیئے۔اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

وَمَا اور نہیں	خَلَقْنَا پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ
وَاِنَّ اور بیشک	السَّاعَةَ قیامت	لَاٰتِيَةٌ ضرور آنیوالی	فَاصْفَحِ پس درگزر کرو	الصَّفْحَ درگزر کرنا	الْجَمِيْلَ اچھا	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب
هُوَ وہ	الْخَلّٰقُ پیدا کرنے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا	وَلَقَدْ اور تحقیق	اٰتَيْنٰكَ ہم نے تمہیں دیں	سَبْعًا سات	مِّنَ سے	
الْمَثَانِيْ بار بار دھرائی جانیوالی	وَالْقُرْاٰنَ اور قرآن	الْعَظِيْمَ عظمت والا	لَا تَمُدَّنَّ ہرگز نہ بڑھائیں آپ	عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں			
اِلٰى طرف	مَا مَتَّعْنَا جو ہم نے برتنے کو دیا	بِهٖ اس کو	اَزْوَاجًا کئی جوڑے	مِّنْهُمْ اُن کے	وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کھائیں	عَلَيْهِمْ ان پر	
وَاخْفِضْ اور جھکا دیں آپ	جَنَاحَكَ اپنے بازو	لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَقُلْ اور کہدیں	اِنِّيْ بیشک میں	اَنَا میں	النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ڈرانے والا اعلانیہ	

مکی زندگی کے مایوس کن حالات میں تسلی واطمینان

شروع سورۃ میں کفار مکہ کے شدت عناد اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کا بیان تھا اور اسی کے ساتھ اجمالاً آپ کی تسلی کا مضمون بھی ارشاد فرمایا تھا۔پھر درمیان میں اور مضامین مناسبت سے مذکور ہوئے تھے۔اب خاتمہ سورۃ پر اسی عناد و مخالفت کے بارہ میں تفصیلاً مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مذکور ہے اور خطاب براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ یہ عقلوں کو دنگ کردینے والا عظیم الشان نظام کائنات' آسمان' زمین سورج اور چاند یونہی بے مقصد اور خود بخود نہیں۔یہ سب ایک حکیمانہ نظم کے ماتحت ایک خاص مقصود کی طرف لے جانے والا ہے اور وہ منزل آخرت کی ہے جہاں سب کا حساب کتاب امتحان یقینی ہے قیامت ضرور آنے والی ہے جو ان سب کے آخری فیصلہ کا دن ہے۔آپ ان کفار کے عناد و مخالفت سے زیادہ غم میں نہ پڑیئے۔آپ حسن خوبی کے ساتھ درگزر کرتے رہئے۔اللہ جو سب کا پیدا کرنے والا ہے وہ سب کی حالت جانتا ہے آپ کے صبر اور ان کے ایذا کی سب خبر ہے۔ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیگا یہ تسلی اور تسکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ مومنین کو اس وقت دی جارہی ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام سب کے سب مکہ میں انتہائی خستہ حالی میں مبتلا تھے اور تمام مسلمان مکے اور اطراف کی بستیوں میں انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ہر طرف سے مطعون تھے۔ہر جگہ تذلیل وتحقیر کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور ساتھ ہی مظلوموں کو جسمانی اذیتوں سے بھی ستایا جارہا تھا۔دوسری طرف سرداران قریش اور کفار مکہ دنیا کی

نعمتوں سے مالا مال اور اپنی خوشحالی میں مگن تھے۔ ان حالات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے ساتھی شکستہ خاطر نہ ہوں آپ کو تو ہم نے وہ دولت عطا کی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔

سورۂ فاتحہ عظیم دولت ہے

اور وہ دولت یہ ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا کیا۔ سبعاً من المثانی یعنی وہ سات آیتیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اس سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ فاتحہ ہے جس کو الحمد شریف بھی کہتے ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو فرمایا کہ یہی سبع مثانی ہے۔ اس سورۃ کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل اور شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ قرآن کی تمام تعلیم کا خلاصہ اور قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورۃ میں موجود ہے۔ نیز حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے توراۃ، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ یہاں سے یہ بات بھی متحقق ہوگئی کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فاتحہ سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور ہر آیت کا آخری لفظ کسی قدر کھینچ کر ختم کرتے تھے۔ ایسا نہیں فرماتے تھے کہ صرف تین وقفوں میں پوری سورۃ ختم کر دیں جیسا کہ بعض عوام نے طریقہ اختیار کر لیا ہے اور فی الحقیقت سورۂ فاتحہ پڑھنے کا قدرتی اور صحیح طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہر آیت پر وقفہ کرے کیونکہ سورۂ فاتحہ ایک دعاء ہے اور اس کی ہر آیت سائل کی زبان سے نکلی ہوئی طلب اور الحاح کی ایک صدا کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک سائل کسی کے آگے کھڑا ہوتا ہے اور اس کی مدح و ثنا کر کے حرف مطلب زبان پر لاتا ہے تو ایسا نہیں کرتا کہ ایک مسلسل تقریر کرنا شروع کر دے اور ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے بلکہ طلب اور نیاز کے لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک بات کہے گا۔ طلب و نیاز اور عجز و الحاح کی حالت اسے اجازت ہی نہ دے گی کہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے۔ موقع کی مناسبت سے یہ بات سورۂ فاتحہ کے متعلق ضمناً عرض کر دی گئی۔

کفار کا سامان عیش توجہ کے لائق نہیں ہے

اصل مضمون آیات کا آگے یہ ہے کہ یہ مشرکین یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان عیش و بہار ملا ہے وہ التفات کے لائق نہیں۔ اس کی طرف نظر نہ کی جائے۔ یہ تو سرتاسر عارضی اور فانی چیزیں انہیں مستعار عنایت ہوئی ہیں۔ تھوڑے دنوں مزہ اڑالیں خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ دولت قرآن دی ہے۔ جس کے آگے سب دنیاوی دولتیں گرد ہیں۔ چنانچہ روایت حدیث میں آیا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجئے اور یہ غم نہ کھائیے کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ بس آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں ان پر غم و تاسف نہ کیجئے۔ آپکی شفقت و ہمدردی کے مستحق تو مومنین ہیں ان کے ساتھ شفقت نرمی۔ ملاطفت اور تواضع کا سلوک رکھئے اور آپ کہہ دیجئے کہ کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیغام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا داروں کی کثرت مال کی مسلمانوں کو کوئی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ ان کی دولتمندی، فراخ حالی اور عیش و نشاط کی زندگی کو دیکھ کر لالچ اور آرزو کو دل میں بھی نہ آنے دینا چاہئے۔ روحانی سعادت اور قرآنی ہدایت مادی دولت و ثروت سے کہیں وزنی اور قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی فہم اور سمجھ عطا فرماویں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝۹۰ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝۹۱ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ

جیسا ہم نے ان لوگوں پر (عذاب) نازل کیا تھا جنہوں نے (کتاب الٰہی کے) حصے کر رکھے تھے۔یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے۔سو آپ کے پروردگار

اَجْمَعِيْنَ ۝۹۲ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۹۴ اِنَّا

کی قسم ہم اُن سب سے اُن کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے۔پس اے نبی آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اُس کو صاف صاف سُنا دیجئے۔اور اُن مشرکوں کی پروا نہ کیجئے۔

كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝۹۵ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۹۶ وَلَقَدْ

یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں، اُن سے آپ کیلئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝۹۷ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۹۸

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اُن سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝۹۹

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔

كَمَا جیسے	اَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیا	عَلٰی پر	الْمُقْتَسِمِيْنَ تقسیم کرنے والے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	جَعَلُوْا انہوں نے کردیا	الْقُرْاٰنَ قرآن	
عِضِيْنَ ٹکڑے ٹکڑے	فَوَرَبِّكَ سو تیرے رب کی قسم	لَنَسْئَلَنَّهُمْ ہم ضرور پوچھیں گے ان سے	اَجْمَعِيْنَ سب	عَمَّا اُن کی بابت جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے		
فَاصْدَعْ پس صاف صاف کہہ دیں آپ	بِمَا جس کا	تُؤْمَرُ تمہیں حکم دیا گیا	وَاَعْرِضْ اور اعراض کریں	عَنِ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک		
اِنَّا بیشک ہم	كَفَيْنٰكَ کافی ہیں تمہارے لئے	الْمُسْتَهْزِءِيْنَ مذاق اڑانے والے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَجْعَلُوْنَ بناتے ہیں	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ		
اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ کوئی دوسرا	فَسَوْفَ پس عنقریب	يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ ہم جانتے ہیں	اَنَّكَ بیشک تم	يَضِيْقُ تنگ ہوتا ہے	
صَدْرُكَ تمہارا سینہ	بِمَا اس سے	يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	فَسَبِّحْ تو تسبیح کریں	بِحَمْدِ حمد کے ساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	وَكُنْ اور ہو	مِنَ سے
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	وَاعْبُدْ اور عبادت کریں	رَبَّكَ اپنا رب	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَاْتِيَكَ آئے آپ کے پاس	الْيَقِيْنُ یقینی بات		

پہلی قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب آسکتا ہے

یہ سورۂ حجر کی آخری آیات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبت ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔

گذشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ میں کھلم کھلا اے منکرین تم کو عذاب خدا سے ڈرانے والا ہوں اور خدا کی طرف سے تم کو یہ مضمون پہنچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا ہے ہم تم پر اے کفار مکہ ضرور کسی وقت نازل کریں گے جیسا ہم نے وہ عذاب ان لوگوں پر مختلف اوقات گذشتہ میں نازل کیا ہے جنہوں نے احکام الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے تھے۔یعنی آسمانی کتاب کے وہ اجزا جو ان کی مرضی اور مطلب کے موافق تھے ان کو تسلیم کر رکھا تھا اور جو مرضی کے خلاف ہوا اس سے انکار کر دیا۔یا ان کو چھپا لیا یا بدل ڈالا یا مطلب الٹا بیان کیا۔مراد اس سے سابق یہود و نصاریٰ ہیں جن پر مخالفت انبیاء علیہم السلام سے عذابوں کا ہونا

مثلاً سور اور بندروں کی شکل ہو جانا اور قتل وقید وغیرہ کی ذلت کے واقعات مشہور و معروف تھے۔ مطلب یہ کہ کفار مکہ پر عذاب کا نازل ہونا کوئی امر بعید نہیں۔ پہلے ہو چکا ہے پس اگر تم پر بھی ہو جائے تو تعجب کیا ہے۔

آپ کھلم کھلا اعلان حق کرتے رہیں

آگے حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم سب ان اگلوں اور پچھلوں سے ان کے اعمال کی قیامت کے روز ضرور باز پرس کریں گے۔ پھر ہر ایک کو اس کے مناسب سزا دیں گے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اب حکم الٰہی اور خدائی پیغامات کو علی الاعلان ظاہر کیجئے۔ کسی سے ڈرنے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اب برسر عام بے خوف وخطر تبلیغ کیجئے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ یہ لوگ جو آپ کے اور خدا کے مخالف ہیں۔ یعنی رسول کے ساتھ استہزا کرتے ہیں اور خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں تو ان دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول سے ثابت ہے کہ اس آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے کہ نزول سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم موقع اور وقت کو دیکھ کر چپکے چپکے تبلیغ فرمایا کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے جانثار صحابہ کرامؓ علی الاعلان احکام الٰہی کا اظہار کرنے لگے چونکہ ابتداء میں مسلمانوں کی حالت بہت کمزور تھی اور تعداد بھی کم تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ اگر علی الاعلان توحید کا اظہار کیا گیا تو کفار میں سے عام لوگ مذاق اڑائیں گے اور مجموعی طاقت کے ساتھ کمزور مسلمانوں کو دکھ پہنچائیں گے۔ اور بعض بیچاروں میں اذیت کفار برداشت کرنے کی طاقت نہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے ہی تبلیغ کو مناسب خیال فرماتے تھے اور علی الاعلان اظہار کے لئے وقت خاص اور حکم خاص کے منتظر تھے چنانچہ جب یہ حکم مل گیا تو کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ شروع فرما دی۔ چونکہ کفار کے انکار و استہزا اور پیام حق کا مذاق اڑانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دلگیر ہوتے تھے کہ یہ طبعی بات تھی اس لئے بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ ہم کو معلوم ہے کہ جو یہ کفار کفر و استہزا کی باتیں کرتے ہیں اور ان کی ہٹ دھرمی سے آپ کو جو تنگ دلی ہوتی ہے تو ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح اور حمد وثنا میں مشغول رہیے۔ خدا کا ذکر نماز، سجدہ، عبادت الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن اور منشرح رہتا ہے اور فکر وغم دور ہوتے ہیں تو آپ زندگی کے اخیر لمحہ تک عبادت میں لگے رہئے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مہم اور فکر کی بات پیش آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے۔

فرضیت عبادات کی اہمیت

اس آخری آیت سے علما نے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت فرض انسان پر فرض اور ضروری ہے جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کرے۔ تندرست ہو تو کھڑے ہو کر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر۔ بہرحال انسان جب تک زندہ ہے عبادت الٰہی واجب ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ

منکرو خدائے تعالیٰ کا حکم آپہنچا سوتم اس میں جلدی مت مچاؤ، وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہ فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ آپہنچا اللہ کا حکم	فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سو اس کی جلدی نہ کرو	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک	وَتَعٰلٰى اور برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک بناتے ہیں			
يُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے	بِالرُّوْحِ وحی کے ساتھ	مِنْ سے	اَمْرِهٖ اپنے حکم	عَلٰى پر	مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے		
مِنْ عِبَادِهٖٓ اپنے بندے سے	اَنْ کہ	اَنْذِرُوْٓا تم ڈراؤ	اَنَّهٗ کہ وہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّآ سوائے	اَنَا میرے	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو

سورۂ نحل کی وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کے نویں رکوع کی ایک آیت میں لفظ نحل آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں شہد کی مکھی اور قدرت کی عجیب وغریب صنعت کے بیان کے سلسلہ میں شہد کی مکھیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اسی لفظ نحل کو علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ ہجرت حبشہ کے بعد مکہ مکرمہ کے آخری دور میں اس کا نزول ہوا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی سولہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۳ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۷۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۱۷ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد۔ اس سورۃ میں ۱۶ رکوع، ۱۲۸ آیات، ۱۸۱۷ کلمات اور ۷۹۷۴ حروف ہیں۔

سورۃ النحل کے مضامین

اس سورۃ میں دوسری مکی سورتوں کی طرح توحید کا اثبات، شرک کا ابطال، دعوت پیغمبر کو نہ ماننے کے برے نتائج اور حق کی مخالفت ومزاحمت پر کفار ومشرکین کو زجر وتوبیخ کی گئی ہے۔ سورۃ کا آغاز بغیر کسی خاص تمہید کے ایک تنبیہی جملے سے ہوتا ہے جس میں منکرین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کفار مکہ بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ جب ہم تمہیں اور تمہارے دین کو جھٹلا چکے ہیں اور کھلم کھلا تمہاری مخالفت کر رہے ہیں تو آخر وہ خدا کا عذاب آ کیوں نہیں جاتا۔ جس کی تم ہمیں دھمکیاں دیتے ہو۔ سورۃ کی ابتداء اسی کے جواب سے کی گئی ہے کہ اے کم عقلو خدا کا عذاب ٹوٹ پڑنے کے لئے جلدی نہ مچاؤ بلکہ جو مہلت دی جارہی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد فوراً ہی تفہیم کی تقریر شروع ہو جاتی ہے اور مندرجہ ذیل مضامین بار بار یکے بعد دیگرے سامنے آتے ہیں:۔

(۱) معقول دلیلوں اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ شرک باطل ہے اور توحید ہی حق ہے۔

(۲) منکرین کے اعتراضات، شکوک، حجتوں اور حیلوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا گیا ہے۔

(۳) باطل پر اصرار اور حق کا انکار کرنے والوں کو برے نتائج سے ڈرایا گیا ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین یعنی اسلام انسانی زندگی میں کیا خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ اس کا دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تسلی اور ہمت افزائی کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مخالفین کی مزاحمتوں اور منکرین کی سختیوں کے مقابلہ میں ان کا کیا رویہ ہونا چاہئے۔ یہی مضامین اس تمام سورت میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کی تفصیلات ان شاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

کفار مکہ کے سوال اور ان کے جوابات

اب ان آیات کی تفسیر وتشریح اس طرح ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو بار بار عذاب الٰہی اور روز قیامت سے ڈراتے تھے جس کے جواب میں کفار مکہ کہتے کہ تم جس عذاب اور روز قیامت سے ڈراتے ہو وہ کہاں ہے؟ اگر سچے ہو تو لے آؤ ہم بھی دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ کافروں کا دوسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر عذاب قیامت آ بھی گیا تو ہمارا کیا بگڑے گا۔ ہمارے ہزاروں سفارشی ہیں۔ بکثرت دیوتاؤں کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ نذریں دیتے ہیں وہ ہم کو عذاب سے بچالیں گے۔ کفار کا تیسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر بالفرض تم کو ہم سچا مان بھی لیں تو اس کی وجہ بتاؤ کہ فرشتے ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم کو براہ راست عذاب کی اطلاع کیوں نہیں دی جاتی؟ تمہارے ہی پاس اللہ کے فرشتے پیام لے کر آتے ہیں۔ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ ان کے ان تینوں اقوال کا جواب ان ابتدائی آیات میں دیا گیا ہے جن کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ خدا کا قطعی فیصلہ اور یہ حکم کہ پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب اور منصور اور حق کے مخالف مغلوب اور ذلیل ہوں گے جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک وکفر کی سزا ملے گی۔ اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آ پہنچا اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے جس چیز کا آنا یقینی ہو اسے آیا ہوا ہی سمجھنا چاہئے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر جب حق کا غالب ہونا اور کفر وشرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو اے کفار! توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور وطریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو۔ ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ تمہارے دیوتاؤں کا سفارشی ہونا اور باطل معبودوں کا عذاب الٰہی سے بچالینا یہ تو ناممکن ہے کیونکہ اللہ اپنی الوہیت' ربوبیت کمال قدرت اور ہمہ گیر طاقت میں ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ وہ مختار کل ہے اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اب رہی تیسری بات تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ خدا ہر کس وناکس کے پاس اپنے فرشتے نہیں بھیجا کرتا۔ وہ بندے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے۔ انہی کے پاس فرشتے کلام الٰہی لے کر بحکم خدا آتے ہیں جو توحید کی تعلیم' شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

کافروں کی شکست اور احتساب کا وعدہ

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں آیت میں اَمْرُاللّٰہِ یعنی خدا تعالیٰ کے حکم سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے کہ ان کے دشمنوں کو زیر و مغلوب کیا جاوے گا اور مسلمانوں کو فتح ونصرت اور عزت وشوکت حاصل ہوگی اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں حکم اللہ سے مراد قیامت ہے اور اس کے آ پہنچنے کا مطلب یہی ہے کہ اسکا وقوع قریب ہے۔

یہاں اس ابتدائی جملہ میں ایک پیشین گوئی ہے اور اس قدر وثوق اور یقین کے ساتھ ہے جو قرآن مجید کی آیتوں کے سوا کسی جگہ نہیں ملتی۔ ایسے ماحول میں جہاں دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو اور ہر طرح کی ایذا رسانی پر تلے ہوئے ہوں اس طرح بے دھڑک ان سے کہہ دینا کہ عنقریب تم دنیا ہی میں اپنی سزا کو پہنچنے والے ہو۔ تم سب فنا کے گھاٹ اتارے جاؤ گے اور اہل اسلام کو عزت و شوکت حاصل ہوگی اور سارے عرب پر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔ یہ اللہ کے رسول کے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ جس وقت یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو ان کفار کا سان وگمان بھی نہ تھا کہ یہ تھوڑے سے مسلمان مکہ مکرمہ کے سارے طاقتور لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ نہ صرف مکہ مکرمہ سے بلکہ سارے جزیرۂ عرب سے مشرکین کفار ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے۔ نیز یہاں آیت میں توحید کا روایتی اور نقلی ثبوت پیش کیا گیا کہ دنیا میں اللہ کے جتنے بھی نبی اور رسول آئے دنیا کے کسی خطہ میں کسی قوم میں کسی زمانہ میں سب نے یہی عقیدۂ توحید لا الٰہ الا اللہ پیش کیا۔ اور اسی کی دعوت دی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام و ایمان کی نعمت اور توحید کی دولت سے نوازا۔ اور کفر و شرک کی نجاست سے بچایا۔

یا اللہ! ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ کے بعض افراد بھی قیامت اور آپ کے عذاب سے کچھ ایسے بے خوف ہو گئے ہیں اور غفلت میں پڑ گئے ہیں کہ بے دھڑک آپ کی نافرمانی میں ملوث ہیں۔

یا اللہ! ہم کو ہدایت اسلام کے بعد ہر طرح کی گمراہی سے بچالے اور خوف آخرت ہمارے دلوں میں عطا فرما دے تا کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے دنیا میں اپنے کو بچالیں اور آپ کی سچی بندگی اختیار کر کے آپ کی اطاعت کاملہ میں لگ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۳) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۴) وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ

اور اُسی نے چوپایوں کو بنایا اُن میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۵) وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (۶) وَتَحْمِلُ

اوران میں سے کھاتے بھی ہواوران کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام کے وقت لاتے ہواور جبکہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔اور وہ تمہارے

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۷)

بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدوں جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارارب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸) وَعَلَى

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہواور نیز زینت کیلئے بھی، اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔اور

اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَاۗىِٕرٌ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۹)

سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے راستے ٹیڑھے بھی ہیں، اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہنچا دیتا۔

خَلَقَ اس نے پیدا کئے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	تَعٰلٰى برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں		
خَلَقَ پیدا کیا اس نے	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	نُّطْفَةٍ نطفہ	فَاِذَا پھر نا گہاں	هُوَ وہ	خَصِيْمٌ جھگڑالو	مُّبِيْنٌ کھلا	وَالْاَنْعَامَ اور چوپائے
خَلَقَهَا اسنے انکو پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	دِفْءٌ گرم سامان	وَّمَنَافِعُ اور فائدے	وَمِنْهَا ان میں سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو		
وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	جَمَالٌ خوبصورتی شان	حِيْنَ جس وقت	تُرِيْحُوْنَ شام کو چرا کرلاتے ہو	وَحِيْنَ اور جس وقت			
تَسْرَحُوْنَ صبح کو چرانے لے جاتے ہو	وَتَحْمِلُ اور وہ اٹھاتے ہیں	اَثْقَالَكُمْ تمہارے بوجھ	اِلٰى طرف	بَلَدٍ شہر	لَّمْ تَكُوْنُوْا نہ تھے تم			
بٰلِغِيْهِ ان تک پہنچنے والے	اِلَّا بغیر	بِشِقِّ ہلکان کرکے	الْاَنْفُسِ جانیں	اِنَّ بیشک	رَبَّكُمْ تمہارارب	لَرَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ رحم کرنیوالا	
وَالْخَيْلَ اور گھوڑے	وَالْبِغَالَ اور خچر	وَالْحَمِيْرَ اور گدھے	لِتَرْكَبُوْهَا تا کہ تم ان پر سوار ہو	وَزِيْنَةً اور زینت	وَيَخْلُقُ اور وہ پیدا کرتا ہے			
مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	قَصْدُ سیدھی	السَّبِيْلِ راہ	وَمِنْهَا اور اس سے	جَاۗىِٕرٌ ٹیڑھی	وَلَوْ شَاۗءَ اور اگر وہ چاہے
لَهَدٰىكُمْ تو وہ تمہیں ہدایت دیتا	اَجْمَعِيْنَ سب							

اثبات توحید کے چار عقلی دلائل

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی اپنے انبیاء کے پاس بھیجتا ہے اور توحید کی تعلیم شرک کارد اور تقویٰ کی طرف دعوت یہ

ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل گذشتہ آیات میں بیان فرمائی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں عقلی دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ یہ فرمائی گئی کہ اللہ نے زمین و آسمان کا نظام ایسا درست اور استوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ اگر کئی بااختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا۔ آپس میں ٹکر ہو جاتی بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عام کو موجود ہی نہ ہونے دیتی۔ تو جب اللہ کے سوا کوئی اور خالق نہیں تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔

دوسری دلیل:۔ یہ بیان فرمائی کہ اللہ نے انسان کو ایک قطرۂ ناچیز سے بنایا۔ یعنی نطفہ تھا اس کا خون بنا خون کا لوتھڑا بنا۔ لوتھڑے کا جسم تیار ہوا۔ پھر جسم کے اندرونی بیرونی اعضاء کی تکمیل ہوئی۔ ہر عضو کو اس کے مقام پر رکھا۔ ظاہری و باطنی حواس پیدا کئے۔ عقل کی روشنی سے اس کے دماغ کو منور کیا اور روح حیات پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا ڈالا۔ تو انسان اگر خود اپنی خلقت میں غور کرے تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا مگر انسان ہے کہ اپنی اصل اپنی تخلیق اور کیفیت تخلیق کو بھول کر اللہ کی کارسازی' وحدانیت' ربوبیت' یہاں تک کہ اس کی ہستی میں جھگڑنے لگا۔ کسی نے خدا کو مجبور محض جانا کسی نے ایک کی بجائے متعدد معبود بنا لئے اور کسی نے یہاں تک رسائی کی کہ اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا انکار کر دیا۔ کیا انسان کی پیدائش اس کی ایجاد اور ترقی اپنی زبان فطرت سے اللہ کی وحدانیت ہمہ گیر طاقت اور لاشریک ذات پر شہادت نہیں دے رہی۔ کیا انسان کو بنانے والا اس کو عقل و شعور' حواس اور علم عطا کرنے والا اور پھر اس میں ترقی دینے والا کوئی اور بھی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کی توحید میں یہ جھگڑا کیوں ہے۔

تیسری دلیل:۔ یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ نے چوپائے یعنی اونٹ' گائے' بھیڑ' بکری تمہارے لئے پیدا کئے۔ جن کے موٹے موٹے چار فوائد تو ہر شخص جانتا ہے۔ ایک بھیڑ و اونٹ وغیرہ کے اون سے سردی سے بچنے کے لئے لباس تیار کیا جاتا ہے۔ کمبل دھسے' ڈیرے خیمہ وغیرہ اور مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ دوسرا فائدہ ان کا دودھ پیا جاتا ہے۔ گوشت کھایا جاتا ہے۔ چربی علاوہ کھانے کے دوسرے کاموں میں آتی ہے۔ پھر تیسرا نمایاں فائدہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مویشی بکثرت ہوتے ہیں تو اس کو ایک خاص امتیاز اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ صبح کو اس کے جانور جنگل کو چرنے جاتے ہیں شام کو واپس آتے ہیں مالک خود بھی ان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں کو کیسا دھن دولت دیا ہے عرب کے پورے ملک میں مویشیوں کی کثرت امتیاز خصوصی سمجھا جاتا تھا۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ مویشی باربرداری کے کام آتے ہیں۔ اونٹ وغیرہ کے ذریعہ سے آدمی اپنا اسباب تجارت یا سامان ضرورت لاد کر دور دراز کے مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں پیادہ جانے اور سر پر بوجھ اٹھا کر لے جانے میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت و مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بعض بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں۔

چوتھی دلیل:۔ یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے گدھے اور خچر بھی تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کئے اور ان سے تمہاری شان و شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور تمہاری سواری کے کام آتے ہیں۔ اگر اللہ ان جانوروں کو پیدا نہ کرتا اور سواری کے لائق جسمانی ساخت

ان کو نہ دیتا تو ظاہر ہے کہ یہ فوائد انسان کو حاصل نہ ہوتے۔اس کے بعد اجمالاً اشارہ ان جانوروں یا سواریوں کی طرف بھی کر دیا جن پر سوار ہونے کا رواج اس وقت عرب میں نہ تھا یا نزول قرآن کے وقت تک ان کی ایجاد ہی نہ ہوئی تھی۔مثلاً ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ۔تو جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا ان کے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے نفع کے لئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے یا پیدا کرتا رہے گا جن کی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔اس میں وہ سب سواریاں بھی آ گئیں جو قیامت تک بنتی اور ایجاد ہوتی رہیں گی۔

یہ چاروں دلائل توحید کو ثابت کرنے کے لئے بیان کئے گئے۔اب جہاں خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔پرورش کیا۔اس کی بقا و آسائش کے سامان بنائے وہیں اصل مقصد یعنی اپنی بارگاہ قدس تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی بتا دیا اور جس طرح زمینی راستہ طے کر کے منزل مقصود تک انسان پہنچتا ہے۔ایسے ہی خدا کی طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔جس کی سمجھ سیدھی ہو گی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت و عظمت و وحدانیت پر ایمان لائے گا اور توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ پر چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائے گا لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے وہ ہمیشہ غلط اور باطل خیالات کی پیچدار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا۔

انبیاء کو مبعوث کرنے کی حکمت

اب یہاں یہ سوال ہو سکتا تھا کہ اللہ کو احکام نازل کرنے اور انبیاء مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی وہ سب کو بلاواسطہ ہدایت کر دیتا تو کوئی گمراہ نہ رہتا۔اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ خدا کچھ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی راہ حق پر لگا دیتا لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اور راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دے بلکہ اس کی مشیت یہی ہوئی کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے اسی آزادی کے استعمال کیلئے اس کو علم کے ذرائع دیئے گئے عقل و فکر کی صلاحیتیں دی گئیں خواہش اور ارادہ کی طاقتیں بخشی گئیں۔اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کئے گئے کہ آیا وہ خالق اور مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے اپنے کو اس کے غصہ و غضب کا مظہر ٹھہراتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ چاہتے کہ سب کو سیدھے راستہ پر مجبور کر کے ڈال دیں تو یہ بھی ان کے اختیار میں تھا۔مگر حکمت و مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ جبر نہ کیا جائے بلکہ دونوں راستے سامنے کر دیئے جائیں۔چلنے والا سمجھے غور کرے اور جس راستہ پر چلنا چاہے چلا جائے۔صراط مستقیم اللہ اور جنت تک پہنچائے گا اور ٹیڑھے راستہ جہنم تک پہنچائیں گے۔انسان کو اختیار دے دیا کہ جس کا چاہے انتخاب کر لے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو حقیقی توحید اور اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت نصیب فرماویں۔اور دنیا میں جتنی چیزیں ہم کو عطا فرمائی ہیں ان سے اپنی مرضیات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو دین اسلام کی صراط مستقیم دکھلا دی ہے اس پر ہم کو تا زندگی قائم رکھئے۔اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس (کے سبب) سے درخت (سبزہ و گھاس پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو۔

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ

(اور) اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے، بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

سوچنے والوں کیلئے دلیل ہے۔اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنایا

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ

اور ستارے اُس کے حکم سے مسخر ہیں۔ بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے چند دلیلیں ہیں۔اور اُن چیزوں کو بھی جن کو تمہارے لئے

فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

زمین میں اس طور پر پیدا کیا کہ اُن کے اقسام مختلف ہیں، بیشک اس میں سمجھ دار لوگوں کیلئے دلیل ہے۔

هُوَ وہی	الَّذِیْ جس نے	اَنْزَلَ نازل کیا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْهُ اس سے	شَرَابٌ پینا	وَّمِنْهُ اور اس سے
شَجَرٌ درخت	فِيْهِ اس میں	تُسِيْمُوْنَ تم چراتے ہو	يُنْۢبِتُ وہ اُگاتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	بِهِ اس سے	الزَّرْعَ کھیتی	وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون		
وَالنَّخِيْلَ اور کھجور	وَالْاَعْنَابَ اور انگور	وَ اور	مِنْ سے	كُلِّ ہر	الثَّمَرٰتِ پھل	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانیاں	
لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ غور و فکر کرتے ہیں	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	وَالشَّمْسَ اور سورج			
وَالْقَمَرَ اور چاند	وَالنُّجُوْمُ اور ستارے	مُسَخَّرٰتٌ مسخر	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں		
لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّعْقِلُوْنَ وہ عقل سے کام لیتے ہیں	وَمَا اور جو	ذَرَاَ پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مُخْتَلِفًا مختلف			
اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّذَّكَّرُوْنَ وہ سوچتے ہیں				

اثبات توحید کی دو اور عقلی دلیلیں

گذشتہ آیات میں توحید کے چار دلائل بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے مزید دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ گویا پانچویں دلیل یہ دی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان سے مینہ برسایا اور پانی اتارا جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس پانی کو پیتے ہو اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنوؤں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے۔ اور کنوؤں و نہروں کا پانی بھی اگر برسات نہ ہو تو خشک ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ اس پانی سے زمین سرسبز ہوتی ہے۔ سبزہ اور گھاس اگتا ہے جس سے تمہارے چوپایوں کی زندگی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ فرمایا کہ کھیتیاں بھی پانی ہی سے پیدا ہوتی ہیں گویا طرح طرح کے اجناس اور غلہ جو انسان کی روزی ہیں ان کا پانی سے پیدا فرمانا

ذکر کیا۔ چوتھا فائدہ ہر قسم کے پھل مثلاً زیتون کھجور اور انگور وغیرہ کی پیدائش بھی پانی ہی پر موقوف ہے۔ اس طرح کھانے پینے کی ساری لذتوں اور نعمتوں کا آخری سرا اسی خالق اور قادر مطلق کے دست قدرت میں ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے خدا کی قدرت کاملہ اور صفت عجیبہ کا کتنا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین ایک آفتاب ایک ہوا ایک پانی سے کیسے قسم قسم اور رنگ برنگ کے پھول وپھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک پانچ دلائل توحید باری تعالیٰ بیان ہوئے۔

آگے دلیل فرمائی جاتی ہے کہ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تاکہ دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کرسکیں۔ رات انسان کو آرام کے سامان مہیا کرتی ہے اور دن اس کے کام کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات دن کے آنے جانے اور چاند سورج کے طلوع وغروب کے ساتھ انسانوں کے بیشمار فوائد وابستہ ہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بغیر انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند' سورج اور کل ستاروں کو مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کرسکیں۔ یہ تمام دلائل قدرت ہیں۔ براہین الوہیت ہیں۔ آثار ربوبیت اور علامات توحید ہیں۔ مگر انہی لوگوں کے لئے جن کو فہم و دانائی کا کوئی حصہ ملا ہے۔ جو عقل و بصیرت رکھتے ہیں۔ جو سوچتے سمجھتے اور غور وخوض کرتے ہیں۔

اس سارے نظام کے جزئیات وتفصیلات پر اگر انسان عقل وتدبر سے کام لے تو خود بول اٹھے بیشک جس نے ایسے کامل اور مستحکم انتظامات کر رکھے ہیں وہی ذات واحد قادر مطلق اور حکیم کل اور سب کی پروردگار ہے۔

الغرض حق جل شانہٗ نے اپنی الوہیت اور وحدانیت عقلی طور پر ثابت کرنے کے لئے اول آسمان وزمین کی پیدائش اور ان کے عجائب وغرائب سے استدلال فرمایا۔ کیونکہ مخلوقات میں زمین و آسمان نہایت عظیم ہیں۔ پھر آسمان وزمین کے بعد انسان کی پیدائش اور اس کے احوال سے استدلال فرمایا کہ ایک قطرۂ آب سے کیسا عجیب وغریب انسان پیدا فرمایا پھر احوال انسانی کے بعد حیوانات کے احوال سے استدلال فرمایا کہ جو انسان کے کام آتے ہیں پھر ان چوپایوں کی پیدائش سے استدلال فرمایا کہ جو انسان کے لئے سواری اور بار برداری اور زیب وزینت کا ذریعہ ہیں پھر عجائب حیوانات کے بعد عجائب نباتات سے اپنی قدرت وحکمت پر استدلال فرمایا کہ یہ قسم قسم کے نباتات اس کی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہیں پھر احوال نباتات کے بعد چاند وسورج اور ستاروں وسیاروں کے احوال سے استدلال فرمایا تاکہ کوئی نادان یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ کھیتوں اور پھلوں کا پکنا چاند وسورج اور ستاروں کی تاثیر سے ہے۔ نہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ سے ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے ذات وصفات کی توحید خالص اور یقین کامل ہم سب کو نصیب فرماویں۔

یا اللہ! آپ نے اپنی شان ربوبیت سے جو یہ نظام قائم کر رکھا ہے اس سے اپنی ذات عالی پر ہم کو ایمان صادق نصیب فرمایئے۔ اور ہم کو اپنی اطاعت وبندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرمایئے۔ اور اپنے انعامات واحسانات پر شکر گزاری کا جذبہ مرحمت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ

اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے سمندر کو مسخر بنایا تا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زینت کی وہ چیز نکالو جسکو تم پہنتے ہو،

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ

اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تا کہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے

رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

تا کہ وہ تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے، اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں۔ سو کیا جو پیدا کرتا ہو، وہ اس جیسا ہو جاوے گا۔ جو پیدا نہیں کرسکتا، پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو،

لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾

تو نہ گن سکو گے واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

وَهُوَ اور وہی	الَّذِىْ جو۔جس	سَخَّرَ مسخر کیا	الْبَحْرَ دریا	لِتَاْكُلُوْا تا کہ تم کھاؤ	مِنْهُ اس سے	لَحْمًا گوشت	طَرِيًّا تازہ	وَتَسْتَخْرِجُوْا اور تم نکالو
مِنْهُ اس سے	حِلْيَةً زیور	تَلْبَسُوْنَهَا تم وہ پہنتے ہو	وَتَرَى اور تم دیکھتے ہو	الْفُلْكَ کشتی	مَوَاخِرَ پانی چیرنے والی	فِيْهِ اس میں		
وَلِتَبْتَغُوْا اور تا کہ تلاش کرو	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اس کا فضل	وَلَعَلَّكُمْ اور تا کہ تم	تَشْكُرُوْنَ شکر کرو	وَاَلْقٰى اور ڈالے	فِى الْاَرْضِ زمین میں		
رَوَاسِىَ پہاڑ	اَنْ تَمِيْدَ کہ جھک نہ پڑے	بِكُمْ تمہیں لے کر	وَاَنْهٰرًا اور نہریں۔دریا	وَسُبُلًا اور راستے	لَعَلَّكُمْ تا کہ تم	تَهْتَدُوْنَ راہ پاؤ		
وَعَلٰمٰتٍ اور علامتیں	وَبِالنَّجْمِ اور ستارہ	هُمْ وہ	يَهْتَدُوْنَ راستہ پاتے ہیں	اَفَمَنْ کیا۔پس جو	يَخْلُقُ پیدا کرے	كَمَنْ اس جیسا جو		
لَا يَخْلُقُ پیدا نہیں کرتا	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا۔پس تم غور نہیں کرتے	وَاِنْ اور اگر	تَعُدُّوْا تم شمار کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت				
لَا تُحْصُوْهَا اس کو پورا نہ گن سکو گے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان					

سمندر توحید الٰہی کی دلیل ہے

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ اس کی وحدانیت اور شان ربوبیت کے متعدد دلائل بیان فرمائے گئے وہی سلسلہ ان آیات میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ دلائل قدرت اور علامات توحید میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ سمندر بھی اسی کے قانون تکوینی کے محکوم و مسخر ہیں یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے ضعیف انسان کی کچھ بساط نہیں تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اب سمندر کا پانی کتنا کھاری اور شور ہوتا ہے مگر مچھلی جو اس سے نکلتی ہے اس کا گوشت کھاری اور کڑوا نہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے ایسے کھاری اور کڑوے پانی میں سے ایک لذیذ چیز تمہارے کھانے کیلئے نکال دی اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگے نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں۔ بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکے کے برابر حقیقت نہیں لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو

چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو مسخر کر لیا گیا اور جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاتے ہو اور خدا کے فضل سے روزی حاصل کرتے ہو۔ پس خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔

پہاڑ بھی توحید الٰہی کی دلیل ہیں

آگے اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری قدرت کو ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیئے۔ اور زمین کو بھاری اور روزنی بنانے کے لئے پہاڑوں کی میخیں قائم کیں۔ روایات اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ پہاڑوں کو قائم کر کے جا بجا دریا اور چشمے جاری فرمائے۔ ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر پہنچتی ہیں۔ پھر پہاڑ' ٹیلے' چشمہ' درخت' وادی میدان وغیرہ مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں۔ جن سے مسافروں کے قافلہ ٹھیک راستہ کا پتہ چلا لیتے ہیں اگر زمین کی ساری سطح یکساں سپاٹ ہوتی کہیں درخت میدان' پہاڑ وغیرہ کے نشان نہ ہوتے تو مسافروں کو منزل پر پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ پھر رات کے وقت سمندر' دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ راستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ یہ کس قدر حماقت' جہالت اور ظلم ہے کہ جو مکھی کا ایک پر اور مچھر کی ایک ٹانگ' جو کا ایک دانۂ ریت کا ایک ذرہ یا درخت کا ایک پتہ اور پانی کا ایک قطرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود ٹھہرا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے جو مذکورہ بالا عجیب وغریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات خیال کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یہ انسان صرف اپنے ہی وجود پر نظر ڈالے کہ اللہ نے اسے صحت دی' قوت اور طاقت دی عقل دی' سننے کے لئے کان دیئے بولنے کے لئے زبان دی۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ پکڑنے کے لئے ہاتھ دیئے۔ چلنے کے لئے پیر دیئے غرض کہ بے شمار نعمتیں تم کو دیں کہ اگر گننا چاہو تو تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ ان کو گن بھی سکو۔ تمہاری زندگی کا ہر سانس اس کی کسی نہ کسی نعمت کا رہین منت ہے تو ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے۔ خداوند کریم ورحیم اس سے بھی درگزر کرتا ہے اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے کیونکہ وہ غفور ورحیم ہے اور اسی صفت غفران کے تقاضا سے وہ کفار اور مشرکین تک کی توبہ قبول کر کے انہیں اسلام اور ایمان قبول کر لینے پر بخش دیتا ہے اور صفت رحم کے تقاضہ سے وہ مشرکوں اور کافروں کو ان کی زندگی میں دنیوی نعمتوں سے یکسر محروم نہیں کرتا۔

خلاصۂ کلام

الغرض حق تعالیٰ یہ دلائل دے کر اور اپنی مختلف نعمتیں بتلا کر اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اے انسانو تم ایسے خالق' رازق اور منعم کی پرستش و بندگی کرو کہ جس کی نعمتوں کو تم شمار بھی نہیں کر سکتے اور پھر جو ایسا کریم اور مہربان ہے کہ باوجود تمہاری تقصیرات کے اور شب وروز کی نافرمانی کے اپنی نعمتیں تم پر بند نہیں کرتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں۔اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ

اور وہ خود ہی مخلوق ہیں۔مُردے ہیں زندہ نہیں اور اُن کو خبر نہیں کہ مردے کب اٹھائے جائیں گے۔تمہارا معبود

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے سب احوال پوشیدہ و ظاہر جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تُسِرُّوْنَ جو تم چھپاتے ہو	وَمَا اور جو	تُعْلِنُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو	وَالَّذِيْنَ اور جنہیں	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	
مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	لَا يَخْلُقُوْنَ وہ پیدا نہیں کرتے	شَيْئًا کچھ بھی	وَهُمْ اور وہ	يُخْلَقُوْنَ پیدا کئے گئے	اَمْوَاتٌ مُردے	غَيْرُ نہیں
اَحْيَآءٍ زندہ	وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے	اَيَّانَ کب	يُبْعَثُوْنَ وہ اُٹھائے جائینگے	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود	اِلٰهٌ معبود	وَاحِدٌ ایک	
فَالَّذِيْنَ پس جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	قُلُوْبُهُمْ انکے دل	مُّنْكِرَةٌ منکر	وَهُمْ اور وہ		
مُّسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرنیوالے	لَا جَرَمَ یقینی بات	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	يُسِرُّوْنَ وہ چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو
	يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الْمُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرنے والے			

شکر گزار اور ناشکرے سب اللہ کے علم میں ہیں

گذشتہ آیات سے دلائل توحید اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گزار بنتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے یا مذکورہ بالا دلائل و نعمتوں کو سن کر کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے۔اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

شرک اور مشرکین کی مذمت

آگے شرک اور مشرکین کی مذمت کی جاتی ہے کہ خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور لاتعداد انعامات کا اوپر ذکر ہوا مگر مشرکین کی حماقت دیکھو کہ ایسے خالق و رازق اور مختار و مالک خدا کا شریک ان بتوں کو ٹھہرا دیا جو گھاس کا ایک تنکا پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود اپنے وجود تک کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں کہ گھڑ کر بنائے جاتے ہیں۔تو وہ کوئی چیز تو کیا پیدا کرتے خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ یہ مشرکین جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے بے جان ہیں۔پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا

ہو اور وہ جب چاہے چھین لے اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسے بے خبروں کو معبود تسلیم کر لینا جہل اور حماقت کی انتہا ہے۔ مشرکین کے تجویز کئے ہوئے بت یہ عجیب خدا ہیں کہ جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب ہو گی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ جو دلائل وحقائق اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور وفکر تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو آخرت اور موت کے بعد دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان وکفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے؟ آگے مشرکین کو جتلایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو کبر وغرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا توحید کا انکار جو تم اے مشرکین دلوں میں رکھتے ہو اور غرور وتکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور وطریق سے ہو رہا ہے سب خدا کے علم میں ہے۔ وہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جو توحید کی دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر ہمیشہ ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرماویں۔ بیشک ہمارا معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے جس کے وحدہ لاشریک لہٗ ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما لیجئے اور اپنی بے انتہا نعمتوں پر شب وروز اور ہر لمحہ ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو

كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَدْ مَكَرَ

قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے اُن کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ بُرا بوجھ ہے۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ

جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں، سو اللہ تعالیٰ نے اُن کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے اُن پر چھت آپڑی

وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

اور اُن پر عذاب اس طرح آیا کہ اُن کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى

تم لڑا جھگڑا کرتے تھے کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی، پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہ کرتے تھے

سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

کیوں نہیں بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو،

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

غرض تکبر کرنے والوں کا وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

وَاِذَا اور جب	قِيْلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	مَاذَا کیا	اَنْزَلَ نازل کیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اَسَاطِيْرُ کہانیاں
الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ	لِيَحْمِلُوْا انجام کار وہ اٹھائیں گے	اَوْزَارَهُمْ اپنے بوجھ	كَامِلَةً پورے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	وَمِنْ اور کچھ	اَوْزَارِ بوجھ	
الَّذِيْنَ ان کے جنہیں	يُضِلُّوْنَهُمْ وہ گمراہ کرتے ہیں	بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر	اَلَا خوب سن لو	سَآءَ بُرا	مَا يَزِرُوْنَ جو وہ لادتے ہیں		
قَدْ مَكَرَ تحقیق مکاری کی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَاَتَى پس آیا	اللّٰهُ اللہ	بُنْيَانَهُمْ ان کی عمارت	مِنَ سے	الْقَوَاعِدِ بنیاد
فَخَرَّ پس گر پڑی	عَلَيْهِمُ ان پر	السَّقْفُ چھت	مِنْ سے	فَوْقِهِمْ ان کے اوپر	وَاَتٰهُمُ اور آیا ان پر	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ سے
حَيْثُ جہاں سے	لَا يَشْعُرُوْنَ انہیں خیال نہ تھا	ثُمَّ پھر	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	يُخْزِيْهِمْ وہ انہیں رسوا کرے گا	وَيَقُوْلُ اور کہے گا		

اَیْنَ کہاں	شُرَکَآءِیَ میرے شریک	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	کُنْتُمْ تم تھے	تُشَآقُّوْنَ جھگڑتے	فِیْھِمْ ان میں	قَالَ کہیں گے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو		
اُوْتُوا الْعِلْمَ دیے گئے علم	اِنَّ بیشک	الْخِزْیَ رسوائی	الْیَوْمَ آج	وَ اور	السُّوْٓءَ برائی	عَلَی پر	الْکٰفِرِیْنَ کافر	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	تَتَوَفّٰھُمُ انکی جان نکالتے ہیں
الْمَلٰٓئِکَةُ فرشتے	ظَالِمِیْٓ ظلم کرتے ہوئے	اَنْفُسِھِمْ اپنے اوپر	فَاَلْقَوُا پس ڈالیں گے	السَّلَمَ پیغام اطاعت	مَا کُنَّا نَعْمَلُ ہم نہ کرتے تھے				
مِنْ سُوْٓءٍ کوئی برائی	بَلٰی ہاں ہاں	اِنَّ بیشک	اللّٰہَ اللہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِمَا وہ جو	کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	فَادْخُلُوْٓا سو تم داخل ہو		
اَبْوَابَ دروازے	جَھَنَّمَ جہنم	خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہو گے	فِیْھَا اس میں	فَلَبِئْسَ البتہ برا	مَثْوَی ٹھکانہ	الْمُتَکَبِّرِیْنَ تکبر کرنے والے			

شانِ نزول

اب نبی کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم کو دین حق کی دعوت دیتے ہوئے مکہ مکرمہ میں کئی سال گزر چکے تھے چنانچہ جب عرب میں دین اسلام کا چرچا پھیلا تو مکہ کے لوگ باہر جہاں کہیں آتے جاتے تو ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے ہاں جو اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کر کے نئے دین کی تعلیم دیتے ہیں اور قرآن کو اللہ کا کلام بتلاتے ہیں تو وہ اللہ کا کلام بتلایا ہوا کیسا ہے؟ اور اس میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟ اور اللہ نے اس میں کیا بیان کیا ہے؟ غرض اسی قسم کے سوالات ناواقف بغرض تحقیق کفار مکہ سے پوچھتے تو ان کے سوالات کے جواب میں وہ ایسی باتیں کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم اور آپ کے تعلیم کردہ دین کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات ان ناواقفوں کے دلوں میں بیٹھ جاتے۔

قرآن کریم کے بارے میں سرداروں کی خیانت

اسی طرح ایام حج میں جب اہل عرب مکہ میں آ کر کفار مکہ سے بغرض تحقیق دریافت کرتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مدعی نبوت ہیں اور قرآن کو کلام الٰہی بتاتے ہیں اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ تو سرداران قریش جو جواب دیتے وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ناواقف اشخاص بغرض تحقیق جب ان مکذبین یعنی کفار مکہ سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو یہ مکذبین کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور گذشتہ قوموں کی کچھ پرانی بے سند باتیں اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔ نبوت و رسالت اور قیامت اور جنت وجہنم کے کچھ افسانے اس میں بتلائے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے کفار کے اس قول کی مذمت کی جاتی ہے اور اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان کفار کے اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے بہکانے کا بھی سر پر رکھیں جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔

سابقہ اقوام کے منکروں سے عبرت پکڑو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جارہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں گذشتہ دور میں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر وتلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کر دیئے پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہلا دیں۔ آخر عذاب الٰہی کے ایک جھٹکے میں ان کے تیار کئے ہوئے محل ان ہی پر آ پڑے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تدبیریں خود ان ہی پر الٹ دی گئیں اور جو سامان

مخالفین نے غلبہ اور حفاظت کا کیا تھا وہ فنا اور ہلاکت کا سبب بن گیا اور جیسا کہ گذشتہ دور میں انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے ناکام ہوئے اور دنیا میں ان پر خدا کا عذاب آیا اسی طرح یہ کفار مکہ بھی ناکام ہوں گے۔

قیامت میں کفار کا انجام

آگے قیامت میں کفار کی کیا حالت ہوگی اور ان کا انجام کیا ہوگا یہ بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں یہ منکرین پوری اور انتہائی طور پر ذلت اور رسوائیوں کے شکار ہوں گے اور منجملہ دوسری رسوائیوں کے ایک رسوائی یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ ان کفار سے فرمائے گا کہ اب بتلاؤ وہ تمہارے معبود کدھر گئے جن کو دنیا میں تم نے الوہیت اور ربوبیت کا شریک سمجھ رکھا تھا اور جن کی خاطر تم ہمارے پیغمبروں اور اہل ایمان سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے؟ آج وہ کہاں ہیں اور تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ آج ان کو اپنی مدد کے لئے بلاؤ کہ وہ تمہیں عذاب سے بچالیں اور اس ذلت اور مصیبت سے نکال لیں؟ وہ منکرین اس کا تو کیا جواب دیتے البتہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اور صلحاء اور عام اہل ایمان بول اٹھیں گے کہ آج کے دن جیسا کہ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے اور سمجھتے رہتے تھے پوری ذلت اور رسوائی اور ساری سختی اور مصیبت منکرین حق ہی کے لئے ہے جو مرتے دم تک کفر پر رہے۔ اس پر ہیبت اور ہولناک منظر سے دوچار ہو کر منکرین حق اب خوشامدانہ لہجہ میں عرض کرنا شروع کریں گے کہ بھلا ہماری کیا مجال تھی جو ہم شرک میں مبتلا ہوتے۔ کہاں تو دنیا میں اتنا اکڑے ہوئے رہتے تھے اور کہاں اب خوشامد پر اتر آئیں گے۔ اس وقت ساری فوں فاں نکل جائے گی اور جو شرارت اور بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے اس پر ان سے کہا جائے گا کہ کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں۔ آج تمہارا کوئی مکر و جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا وقت آ گیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو پھر جہنم کے اندر مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا حکم ہوگا اور ہر ایک چھوٹا بڑا مغرور کافر اپنے اپنے کفر و تکبر کی حیثیت کے موافق دوزخ کے جدا جدا طبقوں میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائے گا۔

الغرض حاصل ان آیات کا یہ ہوا کہ اے کفار مکہ تم نے اپنے سے پہلے کافروں کا حال خسارہ و عذاب دنیا و آخرت کا سن لیا اسی طرح جو تدبیر و مکر دین حق کے مقابلہ میں تم کر رہے ہو اور خلق کو گمراہ کرنا چاہتے ہو یہی انجام تمہارا ہوگا۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ ان آیات کے نزول کے چند ہی سال بعد کفار و مشرکین نہ صرف مکہ بلکہ تمام جزیرۃ العرب سے نیست و نابود ہو گئے اور جس دین حق کو وہ مٹانا چاہتے تھے وہ غالب ہو کر رہا۔ اور خود وہ مٹ گئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو دین و دنیا میں عزت و برتری اور غلبہ و شوکت نصیب فرمائیں اور کفار و مشرکین کو پست، مغلوب اور ذلیل و خوار فرمائیں۔ اس دنیا میں بھی کفار و مشرکین عذاب الٰہی سے دوچار ہوں اور آخرت میں بھی جہنم رسید ہوں۔

یا اللہ! جن کفار و مشرکین نے آپ کے کلام کی ناقدری کی اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور نافرمانی کی اس کے نتیجہ میں وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں اور آخرت کا عذاب بھی مول لیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں اُن کیلئے اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي

بھی بھلائی ہے، اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ متقین کا اچھا گھر ہے۔ وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے۔

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ

اُن باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی، اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب متقین کو دے گا۔ جن کی روح

الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾

فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

وَقِيلَ اور کہا گیا	لِلَّذِينَ اتَّقَوْا ان لوگوں سے جنہوں نے پرہیزگاری کی	مَاذَا کیا	أَنزَلَ اتارا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	قَالُوا وہ بولے	خَيْرًا بہترین	
لِلَّذِينَ ان کیلئے جو لوگ	أَحْسَنُوا بھلائی کی	فِي هَٰذِهِ اسمیں	الدُّنْيَا دنیا	حَسَنَةٌ بھلائی	وَلَدَارُ الْآخِرَةِ اور آخرت کا گھر	خَيْرٌ بہتر	
وَلَنِعْمَ اور کیا خوب	دَارُ الْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کا گھر	جَنَّاتُ باغات	عَدْنٍ ہیشگی	يَدْخُلُونَهَا وہ ان میں داخل ہوں گے	تَجْرِي بہتی ہیں		
مِن تَحْتِهَا انکے نیچے سے	الْأَنْهَارُ نہریں	لَهُمْ ان کیلئے	فِيهَا وہاں	مَا يَشَاءُونَ جو وہ چاہیں گے	كَذَٰلِكَ ایسی ہی	يَجْزِي جزا دیتا ہے	اللَّهُ اللہ
الْمُتَّقِينَ پرہیزگار	الَّذِينَ وہ جو کہ	تَتَوَفَّاهُمُ ان کی جان نکالتے ہیں	الْمَلَائِكَةُ فرشتے	طَيِّبِينَ پاک ہوتے ہیں	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں		
	سَلَامٌ سلامتی	عَلَيْكُمُ تم پر	ادْخُلُوا تم داخل ہو	الْجَنَّةَ جنت	بِمَا اسکے بدلے جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے	

قرآن کے مومنین کے لئے بشارت

گذشتہ آیات میں کافروں کا احمقانہ قول' جاہلانہ عقائد اور بداعمالی کا تذکرہ کر کے ان کے انجام اور نتائج بد کو بیان فرمایا گیا تھا۔

ان آیات میں کافروں کے مقابلہ میں متقین کا قول' ان کے صالح اعمال' ان کی نیک انجامی' اور دنیا و آخرت کی بھلائی وخوبی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا کہ کفار سے پوچھا جاتا کہ کیا چیز اتری ہے۔ تو وہ کہتے اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ یعنی اگلوں کے بے سند قصے۔ اب ان کے مقابل گروہ مومنین کا قول بیان فرمایا جاتا ہے کہ جب ان سے قرآن کی بابت سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی تو وہ نہایت عقیدت وادب سے کہتے ہیں کہ نیک بات جو سراپا خیر و برکت ہے۔ ایسے متقین کو بشارت دیجاتی ہے کہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل مل کر رہے گا خدا کے ہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی اور آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں دنیا کی بھلائی سے مراد یہاں کی کل نعمتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً حکومت' سلطنت' فتح' مال غنیمت' نیک نامی' فارغ البالی' اطمینان قلب وغیرہ وغیرہ اور پھر عالم آخرت اس سے بھی بڑھ چڑھ کر بہتر اس لحاظ سے ہوگا کہ اول تو وعدۂ اجر وثواب کے ظہور کا مقام وہی ہوگا اور پھر وہاں کی نعمتیں کیا بلحاظ تعداد کیا بلحاظ مقدار اور کیا بلحاظ دوام وقیام اور کیا بلحاظ کیفیت و نوعیت۔ دنیا کی نعمتوں سے کوئی نسبت ہی نہ رکھتی ہوں گی۔ دنیا و

مافیہا کی نعمتیں آخرت کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں بھی ہیچ ہیں۔جنت کے باغات میں یہ متقین ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہوں گے جہاں جس قسم کی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوں گی۔

جنت کی حقیقت

یہاں اس آیت میں جنت کی اصولی حقیقت کو ایک مختصر سے جملے لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ یعنی سب کچھ وہاں عین ان کی خواہش کے مطابق ہوگا میں ظاہر فرمائی گئی ہے۔ایک ایک نعمت اور اس کی جزئیات اور تفصیلات کہاں تک بیان کئے جا سکتے تھے۔بس ایک جامع بات ہر مذاق اور ہر درجہ کے جنتی کے متعلق بتلائی گئی کہ جنتی وہاں جو کچھ چاہے گا وہی اسے ملے گا اور کوئی چیز اس کی مرضی اور پسند کے خلاف واقع نہیں ہوگی۔

انعامات ملنے کی شرط تقویٰ ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس طرح کا عوض اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو دیتا ہے۔اب یہاں یہ بشارت اور وعدہ اہل تقویٰ یعنی متقین کیلئے ہے کہ متقیوں کو یہ نعمتیں نصیب ہوں گی۔جس قدر تقویٰ ہوگا اسی قدر اجر ملے گا۔شرک وکفر سے تقویٰ کبیرہ گناہوں سے تقویٰ، تمام معاصی سے تقویٰ، ہر اس چیز سے تقویٰ جو یاد الٰہی سے غافل کرنے والی ہے۔پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر غیر اللہ کے خیال سے تقویٰ اور ذات الٰہی یا صفات خداوندی میں کامل استغراق اور اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دینا۔یہ تمام مراتب تقویٰ ہیں۔متقین کا لفظ عام ہے اور ان جملہ مراتب کو شامل ہے۔

متقین کی صفت

آگے ایک صفت متقین کی بیان فرمائی کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو آخر وقت تک توحید وایمان پر قائم رہتے ہیں اور ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر وشرک کی نجاست سے پاک اور فسق و فجور کے میل کچیل سے صاف رہیں اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت ومحبت کی وجہ سے نہایت خوش دلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جان پیدا کرنے والے کے حوالہ کی۔اور جس وقت فرشتے ان متقین کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو مومنین کی تعظیم واکرام سے سلام کرتے ہیں اور جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ اپنے نیک اعمال کے صلہ میں جنت میں داخل ہوں۔مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہو گا تو ممکن ہے کہ فرشتوں کی اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔مفسرین نے ایک فائدہ یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ فرشتوں کا یہ کہنا کہ تم داخل ہو جاؤ جنت میں اپنے اعمال کے سبب اس تصریح میں اور ان نصوص کے درمیان جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جنت تو صرف فضل ورحمت الٰہی سے ملے گی کوئی تعارض و تناقض نہیں۔سبب حقیقی تو بے شک وہی رحمت الٰہی ہے لیکن سبب قریب اور سبب عادی ان لوگوں کا یعنی متقین کا حسن عمل ہے۔

خلاصۂ کلام

ان آیات سے دو خاص امور اور ضروری باتیں معلوم ہوئیں۔اول یہ کہ مومنین پر لازم ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کو ہر حال میں اچھا اور مفید اور خیر وبرکت والے ہی کہیں۔اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو لوگ خدا سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اور تقویٰ اختیار کر لیتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کا وعدہ دنیا میں بھی بھلائی عطا کرنے کا ہے اور آخرت میں بھی۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔اور دنیا وآخرت دونوں جہان کی بھلائی نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۤىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم آجاوے، ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا،

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۳۳) فَاَصَابَهُمْ

اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا، لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے۔ آخر اُن کے اعمال بد کی اُن کو

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۳۴) وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے اُن کو اُسی نے آن گھیرا۔ اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں کسی چیز کو حرام کہہ سکتے،

مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۳۵)

جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

هَلْ کیا یَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں اِلَّا مگر اَنْ یہ کہ تَاْتِيَهُمُ ان کے پاس آئیں الْمَلٰۤىِٕكَةُ فرشتے اَوْ يَاْتِيَ یا آئے اَمْرُ حکم
رَبِّكَ تیرا رب كَذٰلِكَ ایسا ہی فَعَلَ کیا الَّذِيْنَ وہ لوگ جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے وَ اور مَا ظَلَمَهُمُ نہیں ظلم کیا ان پر اللّٰهُ اللہ
وَلٰكِنْ اور بلکہ كَانُوْا وہ تھے اَنْفُسَهُمْ اپنی جانیں يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے فَاَصَابَهُمْ پس انہیں پہنچیں سَيِّاٰتُ برائیاں مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا
وَحَاقَ اور گھیر لیا بِهِمْ ان کو مَا جو كَانُوْا وہ تھے بِهٖ اس کا يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اَشْرَكُوْا انہوں نے شرک کیا
لَوْ اگر شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ مَا نہ عَبَدْنَا ہم پرستش کرتے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوائے مِنْ شَيْءٍ کوئی۔ کسی شے نَحْنُ وَلَا اور نہ ہم
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ حرام ٹھہراتے ہم مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا مِنْ شَيْءٍ کوئی شے كَذٰلِكَ اسی طرح فَعَلَ کیا
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو مِنْ قَبْلِهِمْ اُن سے پہلے فَهَلْ پس کیا عَلَى پر الرُّسُلِ رسول اِلَّا مگر الْبَلٰغُ پہنچا دینا الْمُبِيْنُ صاف صاف

اہل کفر کی غفلت وضد

گذشتہ آیات میں مومنین متقین سے پہلے کفار کی اپنی گمراہی اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا ذکر تھا۔ مقام کی مناسبت سے اور ترہیب و ترغیب کے مضمون کی تکمیل کے لئے درمیان میں متقین کا ذکر آ گیا تھا۔ اب پھر آگے کفار کے عناد و اصرار پر وعید ہے کہ جو محض دنیوی سامانوں پر غافل ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے اور باوجود حق کے واضح ہو جانے کے اپنی ضد و ہٹ پر قائم ہیں۔ ایسے منکرین و معاندین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آ جائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی یا مجرموں کی سزا دہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جوتہ سر پر پڑنے لگے گا تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ایمان توبہ یا رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

ان کا انجام بھی سابقہ منکر اقوام کی طرح ہوگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور وغفلت کے نشہ میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی پر جمے رہے توبہ کے وقت توبہ نہ کی۔ اخیر تک انبیاء کی تکذیب ومخالفت پر تلے رہے اور ان کی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں ان کا استہزا اور تمسخرانہی پر الٹ پڑا۔ بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی۔ اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا۔ نہ اس کے یہاں ظلم وتعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری۔ کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔ ان آیات میں مکہ والوں کو اور ان کے ذریعہ دنیا بھر کے انسانوں کو جتلایا جارہا ہے کہ پہلی قوموں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مان کر اپنا کام دنیا ہی میں بگاڑ لیا اور آخر ان کی سرکشی ونافرمانی اپنا رنگ لائی۔ قانون الٰہی نے اپنا کام کیا اور انہیں اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا پڑا سو ایسا ہی اے کفار تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ اگر کفر وعناد پر اسی طرح اصرار رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر اسی طرح جمے رہے۔

مشرکین کی ایک جاہلانہ دلیل کا رد

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کفار ومشرکین کو بری باتوں سے منع فرماتے اور ان کے کفر وشرک پر رد فرماتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے تو مشرکین ایک جواب یہ بھی دیا کرتے کہ شرک اگر برائی ہے تو خدا کیوں ہمیں برائی کرنے دیتا ہے۔ ہمارا یہ شرک کرنا بتوں کو پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانہ دراز سے چلا آتا ہے۔ اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو نہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں کرنے دیتا کیونکہ بندے اسکے بس میں ہیں۔ اگر خدا چاہے تو اب بھی ہمیں روک سکتا ہے۔ اس ہنگامہ کی جگہ جو تم نے بپا کر رکھا ہے (العیاذ باللہ) کیوں خدا سے نہیں کہتے کہ ہمیں روک دے۔ یہ ان کی حجت معاندانہ تھی جس سے انکار نبوت بھی مقصود تھا۔ مشرکوں کا یہ قول قرآن پاک میں جابجا نقل کیا گیا ہے۔ آٹھویں پارہ سورۂ انعام کی ایک آیت میں فرمایا گیا "جو لوگ شرک کرتے ہیں اب کہیں گے کہ اللہ اگر چاہتا تو شرک نہ ہم کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے۔" چنانچہ یہاں بھی آیت میں ان کا یہی قول نقل کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا گیا ہے۔ مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے کہتے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں مثل بحیرہ سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھہرالینا برے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اس کی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے۔ نہ کریں تو فوراً سزا دے اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ مشرکین کے اس باطل دلیل اور لچر پوچ عذر کا تفصیلی جواب آٹھویں پارہ سورۂ انعام والی آیت سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ میں گزر چکا۔

یہاں اس آیت میں اجمالی جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو انہوں نے کہدی پہلے بھی لوگ ایسی ہی روش اختیار کر چکے ہیں لیکن یہ روش گمراہی اور ہٹ دھرمی کی روش ہے۔ اللہ کے رسول اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں سے برائی کرنے کی طاقت سلب کرلیں اور انہیں ایسا بنا دیں کہ برائی کر ہی نہ سکیں۔ وہ تو پیام حق پہنچانے والے ہیں اور پیام پہنچانے والے کا کام صرف یہ ہے کہ صاف صاف اور روشن طریقہ پر پیام پہنچا دے۔ اب اسے ماننا یا نہ ماننا یہ سننے والوں کا کام ہے۔ پیام پہنچانے والا اس کے لئے ذمہ دار نہیں کہ سب کو منوا ہی دے۔ جب اللہ کی مشیت یہی ہوئی کہ انسان کو کسی ایک حالت پر مجبور نہ کر دیا جائے بلکہ ہر طرح کی حالت اختیار کرنے کی قدرت دی جائے تو اللہ کے رسولوں سے کیوں اس کی توقع کی جائے کہ لوگوں سے یہ قدرت سلب کرلیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم

اور ہم ہرامت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرواور شیطان سے بچتے رہو،سو اُن میں بعضے وہ ہوئے ہیں

مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے اُن میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہوگیا،توزمین مین چلوپھروپھر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو،تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا

مَن يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٣٧﴾

جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

وَ اور	لَقَدْ بَعَثْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	فِي میں	كُلِّ أُمَّةٍ ہرامت	رَسُولًا کوئی رسول	أَنِ کہ	اعْبُدُوا عبادت کرو تم	اللَّهَ اللہ	وَاجْتَنِبُوا اور بچو
الطَّاغُوتَ طاغوت (سرکش)	فَمِنْهُم سو ان میں سے بعض	مَنْ هَدَى جسے ہدایت دی	اللَّهُ اللہ	وَمِنْهُم اور ان میں سے	مَنْ بعض			
حَقَّتْ ثابت ہوگئی	عَلَيْهِ اس پر	الضَّلَالَةُ گمراہی	فَسِيرُوا پس چلو پھرو	فِي الْأَرْضِ زمین میں	فَانظُرُوا پھر دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	
عَاقِبَةُ انجام	الْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والے	إِن اگر	تَحْرِصْ تم حرص کرو	عَلَىٰ هُدَاهُمْ ان کی ہدایت کیلئے	فَإِنَّ اللَّهَ تو بیشک اللہ			
	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	مَن جسے	يُضِلُّ وہ گمراہ کرتا ہے	وَمَا اور نہیں	لَهُم ان کیلئے	مِّن کوئی	نَاصِرِينَ مددگار	

انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ قوموں کے رویے

چونکہ کفار کے عناداً ان کے باطل اقوال اور بیہودہ مجادلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچتا تھا اس لئے گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے ساتھ حقیقت رسالت کو بھی ظاہر فرمایا گیا تھا کہ پیغمبروں کے ذمہ تو احکام الٰہی کا صرف صاف صاف بندوں تک پہنچادینا ہے اور نیک وبد کو بتلا دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے یہ اس کا فعل ہے۔ پیغمبر اس کے ذمہ دار نہیں اور ان کفار کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں۔ گذشتہ آیات میں بھی کفار نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کیا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ان کفار کے ساتھ توحید اور دین حق کی طرف بلانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس کی تعلیم بھی قدیم سے چلی آئی ہے چنانچہ امم سابقہ سے ہر امت میں کوئی نہ کوئی ہادی یا پیغمبر اس بات کی تعلیم کے لئے آتا رہا ہے کہ بندے خاص اللہ کی عبادت کریں اور شیطان کے راستہ کفر وشرک وغیرہ سے بچتے رہیں۔ سو یہ توحید اور دین حق کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں۔ شروع سے چلی آرہی ہے۔ پھر ہر پیغمبر کی آمد کے بعد اس کی قوم دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔ بعض نے اپنے پیغمبر کی بات کو مانا اور یہ مان لینا اللہ کی توفیق سے تھا اور بعض اپنی گمراہی پر جمے رہے۔ مطلب یہ کہ کفار اور انبیاء میں یہ معاملہ اسی طرح چلا آرہا ہے اور ہدایت وگمراہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے۔ تو یہاں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسکین دی گئی کہ آپ زیادہ غم وتردد نہ کیجئے۔ ضلالت و

ہدایت کے یہ معاملات تو قدیم سے چلے آ رہے ہیں۔

زمین میں پھر کر دیکھو جھوٹوں کا کیا انجام ہوا

آگے مشرکین سے خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ تم زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ تاریخ اور آثار سے مدد لے کر دیکھو کہ وہ سرکش اور نافرمان قوموں کا کیا انجام بیان کر رہے ہیں۔ کسی پر کچھ مصیبت آئی۔ کسی پر کچھ۔ جب کسی قوم کی شرارت حد کو پہنچی تو انتقام الٰہی کا بھی وقت آ گیا اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اترے کوئی دشمن کی تیغ بے دریغ کا لقمہ بنا۔ کوئی قحط اور زلزلوں سے ہلاک ہوئے۔ کسی کو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے جلایا گیا۔ کسی کو مہلک وباؤں سے ختم کیا گیا۔ (العیاذ باللہ) آگے پھر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اور آپ کی افراط شفقت علی الخلق کی بنا پر آپ کو اس حقیقت پر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جو لوگ خود اپنی ہدایت کی پروا نہیں کرتے ان کے لئے قانون الٰہی بدلا نہیں جائے گا۔ اور وہ بوجہ اپنے عناد کے بدستور یونہی گمراہی میں پڑے رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ حق سے عناد بڑی خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو اپنی رحمت سے عناد عن الحق سے محفوظ فرماویں۔ کفار مکہ جو عناد اور مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمے رہے ان کو ہدایت نصیب نہ ہوئی اور جو عناد کو چھوڑ کر حقیقت کے طالب ہوئے ان کو ہدایت اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے کی دولت نصیب ہوگئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ ہم کو سید الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں ہمیشہ حق کی طلب رہے اور یا اللہ اپنی رحمت سے ہم کو ہدایت کے راستہ پر قائم رکھئے۔ اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! دنیا میں آپ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب ہی نے یہ ہدایت کی کہ آپ کی عبادت اور بندگی کی جائے اور شیطان لعین کے مکر و فریب سے بچا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ امت مسلمہ کے بعض افراد بھی اس وقت شیطان کے داؤ گھات میں پھنس گئے اور اس کے چکموں میں آ کر دنیا کے پیچھے پڑ گئے اور آخرت سے غافل ہو گئے اور آپ کی نافرمانی میں لگ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور پیروی چھوڑ بیٹھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یا اللہ! ہدایت آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمائے رکھئے اور شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ۙ لَا يَبۡعَثُ اللّٰهُ مَنۡ يَّمُوۡتُ ؕ بَلٰى وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا کیوں نہیں کرے گا، اُس وعدہ کو تو اللہ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے

اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىۡ يَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا

لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے۔تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے، اُن کے روبرو اس کا اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ یقین کرلیں

اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰذِبِيۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَىۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۴۰﴾

کہ واقعی وہی جھوٹے تھے۔ہم جس چیز کو چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ تو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

وَاَقۡسَمُوۡا اور انہوں نے قسم کھائی	بِاللّٰهِ اللہ کی	جَهۡدَ سخت	اَيۡمَانِهِمۡ اپنی قسم	لَا يَبۡعَثُ نہیں اٹھائے گا	اللّٰهُ اللہ	مَنۡ يَّمُوۡتُ جو مر جاتا ہے
بَلٰى کیوں نہیں	وَعۡدًا وعدہ	عَلَيۡهِ اس پر	حَقًّا سچا	وَلٰـكِنَّ اور لیکن	اَكۡثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعۡلَمُوۡنَ نہیں جانتے
لِيُبَيِّنَ تاکہ ظاہر کردے	لَهُمُ ان کیلئے	الَّذِىۡ جو	يَخۡتَلِفُوۡنَ اختلاف کرتے ہیں	فِيۡهِ اس میں	وَلِيَعۡلَمَ اور تاکہ جان لیں	
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا جن لوگوں نے کفر کیا	اَنَّهُمۡ کہ وہ	كَانُوۡا كٰذِبِيۡنَ جھوٹے تھے	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	قَوۡلُنَا ہمارا فرمانا		
لِشَىۡءٍ کسی چیز کو	اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ جب ہم اس کا ارادہ کریں	اَنۡ نَّقُوۡلَ کہ ہم کہتے ہیں	لَهٗ اسکو	كُنۡ "ہوجا"	فَيَكُوۡنُ تو وہ ہوجاتا ہے	

شانِ نزول

ان آیات کے متعلق ایک خصوصی شانِ نزول بھی بیان کیا گیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کا کسی کافر پر کچھ روپیہ قرض تھا۔مسلمان نے مطالبہ کیا۔کافر نے انکار کیا۔مسلمان نے دورانِ گفتگو کہا کہ مجھے بروز قیامت خدا سے ایسی ایسی امیدیں ہیں۔کافر نے نہایت تعجب سے کہا کہ تجھے خیال ہے کہ مر کر گل سڑ جانے کے بعد تو پھر زندہ ہوگا۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ اس کافر نے کہا کہ اچھا جب میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں اس وقت تیرا قرضہ ادا کردوں گا۔اسی پر ان آیات کا نزول ہوا۔

بتلایا گیا کہ یہ مشرکین بڑے زور و شور اور دعوے کے ساتھ خدا کو شاہد کر کے کہتے ہیں کہ کیسا حشر و نشر؟ یہ کچھ بھی ہونا ہوانا نہیں۔جو مر گیا وہ گل سڑ کر ختم ہوگیا۔لہٰذا نہ قیامت آوے گی اور نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا۔کفار و مشرکین کے اس قول کی تردید فرمائی جاتی ہے کہ تمہارے اس انکار قیامت سے ہوتا کیا ہے۔تمہاری قسمیں سراسر جھوٹی ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔اس نے اس کا وعدہ کیا ہے اور وعدہ بھی ایسا پکا وعدہ کہ جو اس پر بطور حق کے لازم ہے کہ ریزہ ریزہ ہڈیوں کا جمع کر کے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔مگر بہت سے لوگ جہالت سے اس پر یقین نہیں لاتے۔

بعث بعد الموت کی حکمت

آگے قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کی حکمت بیان کی جاتی ہے کہ وہیں تو ان کافروں پر پوری طرح ظاہر ہو کر رہے گا کہ اس دارِ ابتلاء میں جن جن مسائل کے باب میں وہ اہل حق سے لڑتے جھگڑتے تھے ان میں وہ کس قدر ناحق اور جھوٹ پر تھے اور خدا کے پیغمبر جو بیان کرتے تھے وہ سب حق تھا اور جوان

باتوں کے مخالف تھے وہ سب غلطی پر تھے۔ غرضکہ کہ قیامت کے قائم ہونے میں دو حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ حق و باطل کے بارہ میں دنیا میں جو اختلاف تھا اس کا فیصلہ ہو جائے اور سب کو کھلی آنکھوں حق و باطل نظر آ جائے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ صدق و کذب کا فیصلہ ہو جائے رہا کفار کا یہ شبہ کہ ریزہ ریزہ ہڈیاں کس طرح جمع کی جائیں گی اور کس طرح ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بات کچھ دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا اس کی قدرت تو ایسی عظیم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے بس اس کا محض ارادہ کافی ہے۔ ادھر ارادۂ الٰہی کسی چیز سے متعلق ہوا ادھر فی الفور وہ شے عدم سے وجود میں آ گئی۔ تو اتنی بڑی قدرت کاملہ رکھنے والے کے روبرو بے جان میں دوبارہ جان کا پڑ جانا کیا دشوار ہے یا تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے وہ کسی بات سے عاجز نہیں۔ جب وہ قادر مطلق معدوم سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتا ہے تو ایسی ذات عالی قادر مطلق کو مردوں کو زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔ جب زندہ کرنا چاہے گا فوراً زندہ ہو جائیں گے۔

قیامت کا آنا حق ہے

یہاں مشرکین کے اس شبہ اور قول کا جواب دیا گیا کہ جو وہ قسمیں کھا کر کہتے کہ دوبارہ زندہ ہونا نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قیامت کا آنا حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے اور حق و ناحق کے فیصلہ کے لئے اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کی جزا و سزا کے لئے قیامت کا قائم ہونا ضروری ہے اور جس قادر مطلق نے پہلی بار انسان کو ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کیا اس کے لئے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا کوئی مشکل نہیں۔ اور یہ قیامت و آخرت کی دوسری زندگی ہی کا اعتقاد و یقین ہے کہ جو انسان دنیا میں نیکی و بدی کی پرواہ کرتا ہے ورنہ بس انسان کا مطمح نظر دنیا ہی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت کا یقین و اعتقاد کامل ہمارے دلوں میں اتار دیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی باتوں پر پورا پورا ایمان اور یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اور اس یقین کے ساتھ ہم کو قیامت کے دن کے لئے عمل صالح کا ذخیرہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! بیشک آپ قدرت عظیمہ کے مالک ہیں اور جو چاہیں وہ کن سے کر سکتے ہیں۔

یا اللہ! ہم کو میدان حشر میں مومنین صالحین کے زمرہ میں شامل ہو کر کھڑا ہونا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہم اُن کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے،

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے، کاش اُن کو خبر ہوتی۔ وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	هَاجَرُوْا انہوں نے ہجرت کی	فِى اللّٰهِ اللہ کیلئے	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد	مَا ظُلِمُوْا کہ اُن پرظلم کیا گیا	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ضرور ہم انہیں جگہ دینگے			
فِى الدُّنْيَا دنیا میں	حَسَنَةً اچھی	وَلَاَجْرُ اور بیشک اجر	الْاٰخِرَةِ آخرت	اَكْبَرُ بہت بڑا	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا	وَ اور	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ بھروسہ کرتے ہیں					

شان نزول

یہاں ذکر ان مومنین سابقین صادقین کا ہے جنہوں نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہ صرف شہر مکہ بلکہ ملک حجاز اور سارے علاقہ عرب کو چھوڑ کر ایک دور دراز ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ تاریخ اسلام کی یہ پہلی ہجرت تھی اور دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی تھی۔ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان اور ایمان کے بچاؤ کے لئے حبشہ کو چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد اور ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلا اور جہاز میں سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہو گیا۔ اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور آپ کی بیوی سیدہ حضرت رقیہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔ ان کے پیچھے اور بھی مسلمان ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں مکہ سے نکلے اور حبش روانہ ہوئے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حضرات مہاجرین کے لئے بشارت

ان حضرات مہاجرینؓ نے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن مکہ کو چھوڑا۔ حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے سفر کی صعوبت اٹھائی۔ گھر بار مال وجائیداد اعزہ واقارب سب کو خیر باد کہا ان حضرات کو بشارت دی جا رہی ہے اور ان کا اجر بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مہاجرین کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

ہجرت کی دو شرطیں

یہاں آیت میں ہجرت کی دو شرطیں بیان فرمائیں ایک راہ خدا میں ہجرت ہو۔ ہجرت یعنی ترک وطن سے مقصود محض رضائے الٰہی کا حصول ہو کوئی دنیوی طمع دامن گیر نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مظلوم ہونے کے بعد ہجرت ہو۔ ظلم کا لفظ عام ہے جسمانی ہو۔ مالی ہو یا مذہبی یا اور کسی طرح کا تو جب یہ حضرات صحابہؓ ہر طرح کے ظلم اور سختی کو برداشت کرتے رہے بالآخر وطن محبوب اور خویش واقارب کے چھوٹنے کی بھی پرواہ

نہیں کی۔ رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہ ڈگمگایا۔ ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہے۔ خالص اسی کی امداد اور اٹل وعدوں پر بھروسہ کیا یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

ہجرت کا حکم

حبشہ کی ہجرت کے بعد پھر روز بروز مصائب و تکالیف اور کافروں کی طرف سے ایذا رسانی میں اضافہ ہوتا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور خود بھی ایک روز بحکم خداوندی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر راہ خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مدینہ پہنچ کر اعلان عام فرما دیا کہ جہاں کہیں جو مسلمان ہو اس کے بس میں ہو تو مدینہ کو چلا آئے۔ فتح مکہ کے پہلے پہلے یہ حکم جاری رہا لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور اسلامی حکومت وہاں قائم ہو گئی اور اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں مزاحمت کا خطرہ نہ رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ **لاھجرۃ بعد الفتح** یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کا وجوب نہ رہا۔ البتہ جہاد کا حکم باقی رہا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہجرت کا حکم بالکل منسوخ ہو گیا۔ ہاں صرف مدینہ کو ہجرت کا وجوب جاتا رہا۔ باقی حکم ہجرت بدستور باقی ہے جہاں فرائض و واجبات شرعیہ میں مزاحمت ہوتی ہو حکومت وقت یا اہل وطن اسلامی قوانین پر عمل کرنے سے روکتے ہوں اور مسلمانوں کا جان و مال محفوظ نہ ہو اور دفع کی طاقت بھی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جانا اور کہیں امن کی جگہ جا کر رہنا ضروری ہے۔ آیت میں اگرچہ سبب نزول خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صعوبتیں برداشت کرتے ہیں خدا تعالیٰ دنیا میں بھی ان کو عافیت، چین و سکون اور راحت و عزت وغیرہ عطا فرماتا ہے اور آخرت کا بہت بڑا اجر تو ہے ہی۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے حبشہ یا بعد میں مدینہ منورہ کی ہجرت کی تو جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین سے فرمائے تھے سب نے مشاہدہ کر لیا کہ وہ دنیا میں کس طرح پورے ہوئے مدینہ منورہ کو ان کا کیسا اچھا ٹھکانہ بنا دیا۔ مکہ کے ایذا دینے والے پڑوسیوں کے بجائے غمخوار، ہمدرد، غمگسار، جاں نثار پڑوسی ملے۔ دشمنوں پر فتح و غلبہ نصیب ہوا۔ ہجرت کے کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے گئے۔ فقراء و مساکین مالدار ہو گئے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں فتح ہوئیں اور ان کے خزانے ان مہاجرین اولین کے قدموں میں آ پڑے۔ ان کو اور ان کی نسلوں کو اللہ نے عزت و شرف بخشا۔ یہ تو دنیا میں ہونے والے وعدے تھے جو پورے ہو چکے اور اب آخرت کا وعدہ بھی پورا ہونا یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات مہاجرین اولین کے درجات عالیہ اور بلند فرمائیں اور ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

جن حضرات صحابہ کرام مہاجرین اولین کی بشارت اور تسلی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں حق تعالیٰ ان کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائیں۔ یا اللہ آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہم کو بھی جو مصائب پیش آئیں ان کو برداشت کرنے کی صلاحیت عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو دین اسلام پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ اُن پر وحی بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو علم نہیں،

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

تو اہل علم سے پوچھ دیکھو، اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے اُن کو آپ اُن سے ظاہر کردیں اور تا کہ وہ فکر کیا کریں۔

وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	اِلَّا رِجَالًا مردوں کے سوا	نُوْحِيْٓ ہم وحی کرتے ہیں	اِلَيْهِمْ اُن کی طرف
فَسْـَٔلُوْٓا پس پوچھو	اَهْلَ الذِّكْرِ یاد رکھنے والے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	بِالْبَيِّنٰتِ نشانیوں کے ساتھ
وَالزُّبُرِ اور کتابیں	وَاَنْزَلْنَآ اور ہم نے نازل کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	الذِّكْرَ یادداشت	لِتُبَيِّنَ تا کہ واضح کردو	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے
مَا نُزِّلَ جو نازل کیا گیا	اِلَيْهِمْ اُن کی طرف	وَلَعَلَّهُمْ اور تا کہ وہ	يَتَفَكَّرُوْنَ وہ غور و فکر کریں		

مشرکین کا اعتراض

گذشتہ آیات میں پہلے کفار مکہ کے بعض شبہات کفریہ نقل فرما کر ان کے جوابات دیئے گئے تھے۔ یہاں مشرکین مکہ کے اعتراض کو نقل کئے بغیر اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اعتراض وہی ہے جو پہلے بھی تمام انبیاء علیہم السلام پر ہو چکا تھا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر بھی کفار مکہ نے بارہا کیا کہ تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو پھر ہم کیسے مان لیں کہ خدا نے تم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ گویا کفار عرب کو اپنی جہالت کے سبب نبوت اور بشریت میں منافات نظر آتی تھی۔ اسی بناء پر قریش نے کہا تھا کہ اللہ کی شان اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ کسی آدمی کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجے۔ اگر اس کو رسول بھیجنا ہوتا تو کم از کم کسی فرشتہ کو رسول بناتا۔ گویا نہ صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کا انکار کیا بلکہ انسان کے نبی ہونے کو خلاف عقل سمجھا۔ چونکہ یہ بات کفار کی کج فہمی پر مبنی تھی اس لئے انکے اس خیال کی تردید ان آیات میں فرمائی جاتی ہے۔

جواب

انہی منکرین کو سنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی رسالت کا اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے ہیں محض مہمل بات ہے کیونکہ ہم نے آپ کے قبل بھی صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات و کتابیں دے کر بھیجے ہیں۔ عادت اللہ یونہی جاری رہی کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لئے فرشتے نازل نہیں کئے بلکہ انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تو جتنے رسول سابق میں اللہ تعالیٰ نے بھیجے وہ سب انسان ہی تھے اور مرد تھے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کیا تعجب ہے۔

کوئی عورت نبی نہیں ہوئی

یہاں آیت میں رجالاً کا لفظ آیا ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مرتبہ نبوت مردوں ہی کے لئے محدود رہا ہے اور کسی عورت کو اس منصب نبوت و رسالت پر فائز نہیں کیا گیا۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول نہیں بنایا اور نہ ان کی طرف وحی نبوت و رسالت بھیجی۔ حضرت مریم اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف جس وحی کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ وحی الہام اور وحی ولایت تھی نہ کہ وحی نبوت و رسالت کیونکہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

اہل علم سے پوچھ کر اطمینان کرلو

آگے مشرکین سے خطاب ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ جنہیں تم بھی اہل علم سمجھتے ہو یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان ہی سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ گچھ کر کے اپنا اطمینان کرلو کہ جن میں گذشتہ دور میں پیغمبر آتے رہے اور تحقیق کرلو کہ فی الواقع پہلے بھی آدمی ہی پیغمبری کے منصب پر معجزے اور کتابیں دے کر بھیجے گئے یا نہیں۔ اگر قرآن اور قول رسول کا تمہیں یقین نہیں تو دوسرے اہل کتاب سے دریافت کرلو جن کے علم کے تم معتقد ہو۔ سب کے سب تو جھوٹ نہیں بولیں گے۔ انسانوں کا نبی ہونا تو ان کو بھی مسلم ہے پھر جس طرح ہم نے دوسرے انبیاء کو اپنی کتابیں اور معجزات دے کر بھیجا تھا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ احکام وقوانین الٰہیہ کی تشریح و تفصیل سے خلق کو روشناس کردیں تاکہ لوگ اس کے مضامین میں غور و فکر کریں اور ہدایت پا جائیں غور و فکر سے انسان حق کی راہ پاتا ہے اور عناد و غفلت آدمی کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتی ہے۔

ایک اہم ضابطہ

یہاں آیت میں یہ جملہ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو علم نہیں تو دوسرے اہل علم سے پوچھ دیکھو۔) اس کے متعلق حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس جگہ اگرچہ ایک خاص مضمون کے بارہ میں آیا ہے مگر آیت کے الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں۔ اس لئے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیقت یہ اہم ضابطہ ہے جو عقلی بھی ہے نقلی بھی کہ جو لوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں۔ اور نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں۔ اسی کا نام تقلید ہے۔ یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے اور عقلاً بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ امت میں عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک بلا اختلاف اسی ضابطہ پر عمل ہوتا آیا ہے۔ جو تقلید کے منکر ہیں وہ بھی اس تقلید کا انکار نہیں کرسکتے کہ جو لوگ عالم نہیں وہ علماء سے فتویٰ لے کر عمل کریں۔ اور تقلید اسی کا نام ہے کہ نہ جاننے والا کسی جاننے والے کے اعتماد پر کسی حکم کو شریعت کا حکم قرار دے کر عمل کرے۔ (معارف القرآن۔ مفتی اعظمؒ)

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرماویں اور یہ قرآن پاک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کے احکامات کا ہم کو پورا فرمانبردار بنادیں اور قرآن پاک میں غور و فکر کی دولت نصیب فرماویں اور جو بات ہم کو معلوم نہ ہو وہ علمائے دین سے دریافت کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح عقائد اور دین کی صحیح فہم و سمجھ عطا فرمائیں اور صراط مستقیم پر استقامت اخیر دم تک نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

جولوگ بُری بُری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بےفکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو زمین میں دھنسادے یا اُن پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے

حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

جہاں سے اُن کو گمان بھی نہ ہو۔ یا اُن کو چلتے پھرتے پکڑلے سو یہ لوگ خدا کو ہرگز ہرا نہیں سکتے۔ یا اُن کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑلے،

عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

اَفَاَمِنَ کیا بے خوف ہوگئے ہیں	الَّذِيْنَ جن لوگوں نے	مَكَرُوا داؤ کئے	السَّيِّاٰتِ بُرے	اَنْ کہ	يَّخْسِفَ دھنسادے	اللّٰهُ اللہ	بِهِمُ ان کو	الْاَرْضَ زمین
اَوْ یا	يَاْتِيَهُمُ ان پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ حَيْثُ اس جگہ سے	لَا يَشْعُرُوْنَ وہ خبر نہیں رکھتے	اَوْ یا	يَاْخُذَهُمْ انہیں پکڑ لے	فِيْ میں	
تَقَلُّبِهِمْ ان کو چلتے پھرتے	فَمَا پس نہیں	هُمْ وہ	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے	اَوْ یا	يَاْخُذَهُمْ انہیں پکڑ لے وہ	عَلٰى پر	تَخَوُّفٍ ڈرانا	
	فَاِنَّ پس بیشک	رَبَّكُمْ تمہارا رب	لَرَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا				

کیا یہ منکر عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے

کفار ومشرکین مکہ کے شبہات و اعتراضات کا بیان کافی گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا اور ان کو تنبیہ بھی فرمائی گئی۔ اور ان کو عذاب قیامت سے بھی ڈرایا گیا۔ اسی سلسلہ میں ان کفار و مشرکین کو جو دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے تھے اور اسلام کو مٹانے کے لئے مکروفریب کی تدبیریں کرتے رہتے تھے اور اپنی طاغوتی جعلسازیوں میں منہمک رہتے تھے اور نتائج کی طرف سے غافل ہوکر اپنی دماغ آرائیوں کو قدرت الٰہیہ کے مقابلہ میں برسرکار لاتے تھے ایسے گمراہ ومغرور منکرین کو ان آیات میں تنبیہ فرمائی جاتی ہے اور دنیوی عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اگلے انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے۔ کیا ان کو ان چار باتوں میں سے کسی کا خطرہ نہیں رہا اور کیا ان کے پاس ان چاروں خطرات ومہلکات سے بچنے کی طاقت ہے۔

(۱) ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے۔ زمین پھٹ جائے الٹ جائے اور وہ نیچے دب جائیں اور زمین کے اندر گھس جائیں۔ گذشتہ تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بکثرت افراد خدا کے اس عذاب میں ماخوذ ہوئے ہیں۔ کیا قارون کا زمین میں دھنس جانا مشہور نہیں۔

(۲) کیا یہ امکان نہیں کہ کوئی ناگہانی عذاب غیر محسوس طور پر آجائے اور ایسی طرح سے اور ایسی جگہ سے آجائے جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو مثلاً آسمان سے آگ برسنے لگے یا اولے گرنے لگیں یا تند آندھی طوفان بارش آجائے جس سے یہ سرکش تباہ وبرباد ہوجائیں۔ مختلف اقوام ان غیبی عذابوں سے ہلاک ہو چکی ہیں پھر یہ کیوں مطمئن اور بےباک ہیں۔

(۳) خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑ لے اور بالکل عاجز اور بے بس کر دے۔ اس کو سب قدرت ہے وہ ہر وقت غیبی گرفت کر سکتا ہے۔ اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بے باکی کیوں ہے؟ وہ کونسی طاقت ہے جو اللہ کی گرفت سے بچا سکتی ہے؟

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ناگہانی بلا نازل نہ کرے بلکہ پہلے علامات اور آثار عذاب نمایاں ہوں مرنے سے پہلے لوگوں میں بے چینی خوف وہراس پیدا ہو پھر رفتہ رفتہ سب کو ہلاک کر دے۔ مثلاً قحط پڑ جائے وبا پھیل جائے دشمنوں کا تسلط آہستہ آہستہ قائم ہو جائے اور اس طرح تدریجاً معتوب قوم ختم ہو جائے۔

الغرض خدا تعالیٰ ارضی وسماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے ناگہانی طور پر ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ علامات و آثار نمودار کرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہلاک و برباد کر دے یعنی خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر اپنی مہربانی اور کرم سے ایسا نہیں کرتا۔ اس کی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ مجرمین پر فوراً عذاب نازل کر دے اس کی شفقت اور رحمت مقتضی ہے کہ مجرمین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے۔ اس لئے فوراً عذاب کی گرفت میں نہیں لے لیتا بلکہ رجوع اور توبہ کے لئے بار بار مہلت دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سرکش منکروں اور نافرمانوں کو حق تعالیٰ اپنی ہمہ گیر طاقت اور محیط کل قدرت سے ڈرا کر راہ راست پر چلنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔

یہاں دنیا کے مختلف اقسام عذاب کا ذکر کرنے کے بعد خاتمہ آیات پر فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ جو فرمایا کہ تمہارا رب بڑا شفیق اور مہربان ہے تو اس میں اول تو لفظ رب سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا کے عذاب انسان کو متنبہ کرنے کے لئے شان ربوبیت کے تقاضے سے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ کا شفیق اور مہربان ہونا بتلا کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ دنیا کی تنبیہات بھی شفقت و رحمت ہی کے داعیہ سے ہیں تا کہ غافل انسان متنبہ ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لے اللہ تعالیٰ اپنے عذاب و گرفت کا خوف ہمارے دل میں بھی پیدا فرمائیں۔ تا کہ ہم بداعمالیوں سے رک جائیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت وشفقت سے اپنے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ و مامون فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنی بداعمالیوں پر تنبہ نصیب فرما اور سچی توبہ اور آپ کی طرف رجوع ہونے سے ان کا تدارک نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے جملہ احکام کا ہم کو مطیع فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اسلام و ایمان کی برکت سے دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ

کیا ان لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ خدا کے تابع ہیں

وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ

اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں۔اور اللہ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہیں اور (بالخصوص)

وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ

فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ اُن پر بالا دست ہے اور اُن کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے

سجدہ
مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

وہ اس کو کرتے ہیں

اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اِلٰى طرف	مَا خَلَقَ جو پیدا کیا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ شَیْءٍ جو چیز	يَتَفَيَّؤُا ڈھلتے ہیں	ظِلٰلُهٗ اس کے سائے	
عَنِ سے	الْيَمِيْنِ دائیں	وَالشَّمَآئِلِ اور بائیں	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	وَهُمْ اور وہ	دٰخِرُوْنَ عاجزہ کرنے والے		
وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	يَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے	مَا جو	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مِنْ سے	دَآبَّةٍ جاندار
وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	وَهُمْ اور وہ	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر نہیں کرتے	يَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	مِنْ سے	فَوْقِهِمْ اُنکے اوپر		
وَيَفْعَلُوْنَ اور وہ (وہی) کرتے ہیں	مَا جو	يُؤْمَرُوْنَ انہیں حکم دیا جاتا ہے						

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مطیع ہے

گذشتہ آیات میں دنیا میں عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں بیان فرما کر منکرین کو جتلایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ ارضی وسماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے اچانک ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی اس کی قدرت میں ہے کہ آثار وعلامات نمودار کر کے آہستہ آہستہ ہلاک و برباد کر دے۔غرض اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔اب آگے ان آیات میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار بیان فرما کر تمام موجودات وکائنات کا فرمان پذیر اور مطیع حکم ہونا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع ہے حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا یا ادھر ادھر ڈھلتا رہتا ہے۔قوانین الٰہی کے عجائبات میں سے ایک عجیب و غریب منظر اجسام کے سائے کا بھی ہے۔یہ کبھی بڑھتا ہے کبھی گھٹتا ہے کبھی ظاہر ہوتا ہے کبھی غائب ہو جاتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی جھکتا ہے کبھی داہنے ہاتھ ہوتا ہے کبھی بائیں۔اس کی ان تمام حالتوں کا قانون اس درجہ قطعی اس درجہ یکساں اور اس درجہ منظم ہے کہ اس میں فرق اور فتور پڑنے کا کوئی وہم وگمان بھی نہیں کر سکتا۔چنانچہ جس وقت تک گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں یہی ''سایہ'' گھڑی کا کام دیتا تھا اور اسی سے دھوپ گھڑی بنی تھی۔آج کل بھی میدانوں اور دیہاتوں میں جہاں گھڑی نہیں ہوتی دیہاتی سایہ دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کتنا دن چڑھ چکا ہے۔تو یہاں آیت میں ''سایہ'' کا ذکر کر کے منکرین کو توجہ دلائی جا رہی

ہے کہ یہ ہر وقت تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ہمیشہ اس پر تمہاری نگاہیں رہتی ہیں پس غور کرو کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کی ہر چیز کسی مدبر اور حکیم ہستی کے احکام کے آگے سر بسجود ہے اور اس قادر مطلق نے جس چیز کے لئے جو حکم نافذ کر دیا ہے ممکن نہیں کہ اس کی تعمیل میں بال برابر بھی انحراف ہو۔ پھر کچھ سایہ جیسے بیجان چیز ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جاندار چلنے والی چیزیں ہیں وہ بھی سب اللہ کے سامنے عاجز و مقہور ہیں۔ مجال نہیں کہ اس کے حکم سے ذرا سرتابی کریں۔ فرشتے جیسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اس کے آگے سر بسجود ہیں کوئی شیخی یا غرور ان میں نہیں جو اپنے مالک کے آگے سر جھکانے سے رکیں۔ فرشتے باوجود اس قدر قرب و جاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجالاتے ہیں۔ تو حاصل ارشاد یہ ہوا کہ جب جاندار اور بے جان سب اس کے حکم سے ذرا سرتابی نہیں کر سکتے تو اسے عذاب دینا جس کی مختلف صورتیں گذشتہ آیات میں بیان ہوئی تھیں کیا مشکل ہے۔ اور اس کی مخالفت کر کے اس کے عذاب سے بے فکر ہو جانے کا بجز حماقت کے اور کیا منشا ہو سکتا ہے۔ پس منکرین کو عذاب الٰہی سے دنیا میں کسی وقت بھی بے فکر نہ ہونا چاہئے۔

ہر چیز کا سجدہ

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو جاندار آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ تو ہر چیز کے سجدہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کا کہنا ہے کہ فرشتوں کا سجدہ کرنا تو بالکل بدیہی بات ہے۔ حقیقی سجدہ۔ فرمان پذیری، مسخر حکم ہونا اور اطاعت امر سب کچھ فرشتوں میں موجود ہے۔ رہا دیگر اشیا کا سجدہ کرنا تو ظاہر ہے کہ حقیقی معنیٰ مراد نہیں بلکہ ہر شے اپنی پیدائش اور نظم خاص پر چلنے کے لحاظ سے قانون الٰہی سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ سرتابی نہ کرنا قانون الٰہی پر چلنا اور نظام قدرت کا تابع اور مطیع ہونا اسی کو سجدہ سے تعبیر فرمایا تو حاصل آیات کا یہ ہے کہ مخلوق چھوٹی یا بڑی کوئی سی بھی ہو عالم ارواح یا عالم اجسام میں کہیں بھی ہو سب کی سب عظمت الٰہی اور قانون قدرت کی مسخر و مطیع ہیں اس لئے انسانوں کا منصب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کی بندگی کریں۔ اور جو کچھ وہ حکم دے بسر و چشم بجالائیں۔

دعا کیجئے

جس طرح نظام قدرت کے ہم تکوینی طور پر مسخر و محکوم ہیں حق تعالیٰ ہم کو تشریعی طور پر بھی اپنے احکامات کا مطیع و فرمانبردار بنا کر رکھیں۔ اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچاویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرماویں۔

یا اللہ! جس طرح کائنات کی ہر چیز آپ کے حکم اور قانون قدرت کی مسخر ہے۔ کوئی نظام قدرت سے سرتابی نہیں کر سکتا۔

یا اللہ! ہم اشرف المخلوقات ہو کر آپ کے احکام کی جو سرتابی اور نافرمانی کرتے ہیں تو یہ سراسر ظلم ہے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے اوپر اس طرح ظلم کرنے سے بچالیجئے اور اپنی اطاعت کاملہ کو ہر حال میں نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو معبود مت بناؤ بس ایک معبود ہی ہے تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ اور اُسی کی ہیں سب چیزیں

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ

جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اُسی کا حق ہے، کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ

جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب تم سے اُس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، خیر چند روزہ عیش اڑالو اب جلدی تم کو خبر ہوئی جاتی ہے

وَقَالَ اور کہا	اللّٰهُ اللہ	لَا تَتَّخِذُوْٓا نہ تم بناؤ	اِلٰهَيْنِ دو معبود	اثْنَيْنِ دو	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	هُوَ وہ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود یکتا	فَاِيَّايَ پس مجھ ہی سے
فَارْهَبُوْنِ تم مجھ سے ڈرو	وَلَهٗ اور اسی کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلَهُ اور اسی کیلئے	الدِّيْنُ اطاعت وعبادت		
وَاصِبًا لازم	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تو کیا اللہ کے سوا	تَتَّقُوْنَ تم ڈرتے ہو	وَمَا اور جو	بِكُمْ تمہارے پاس	مِّنْ نِّعْمَةٍ کوئی نعمت	فَمِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے		
ثُمَّ پھر	اِذَا جب	مَسَّكُمُ تمہیں پہنچتی ہے	الضُّرُّ تکلیف	فَاِلَيْهِ تو اس کی طرف	تَجْــَٔــرُوْنَ تم روتے (چلاتے) ہو	ثُمَّ پھر	اِذَا جب	
كَشَفَ کھولدے (دُور کردیتا ہے)	الضُّرَّ سختی	عَنْكُمْ تم سے	اِذَا جب	فَرِيْقٌ ایک فریق	مِّنْكُمْ تم میں سے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ		
يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتا ہے	لِيَكْفُرُوْا تاکہ وہ ناشکری کریں	بِمَآ اس سے جو	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	فَتَمَتَّعُوْا تو تم فائدہ اٹھالو	فَسَوْفَ پس عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے		

دلائل توحید

گذشتہ آیات میں یہ فرمایا گیا تھا کہ تمام عالم ایک خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور سب اسی کے آگے سرِ تسلیم جھکائے ہوئے ہیں۔ تمام آسمانی اور زمینی مخلوق اسی ایک خدا کے سامنے عاجز و مقہور ہے۔ اب یہاں سے مضمون کا رخ پھر توحید کی طرف پھیرا جاتا ہے اور شرک کی مذمت اور برائی ظاہر فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں اپنا وہ حکم نقل فرمایا جاتا ہے جو مختلف انبیاء کی زبانی بندوں تک اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا تاکہ انسان خالص توحید کو اختیار کریں اور عقائد اعمال اور اقوال میں شرک سے پرہیز کریں۔ اور عبادت خالص اس مالک کی کریں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ کسی دوسرے کو اس کی خدائی میں شریک نہ کریں اس کے بعد توحید الوہیت کی دو کھلی ہوئی دلیلیں بیان کی جاتی ہیں جن سے غیر اللہ کی الوہیت و عبادت کی نفی اور وحدانیت الٰہی کا ثبوت ہوتا ہے۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو دنیا کی ہر چیز کا خالق و مالک اور مطلق حکمران ہو۔ اس کے قبضۂ تصرف سے کوئی شے باہر نہ ہو۔ ہر چیز دوامی طور پر اس کی فرمان پذیر اور مطیع حکم ہو اور جو چیز مخلوق ہو خالق نہ ہو۔ مملوک ہو مالک نہ ہو۔ محکوم ہو حاکم نہ ہو۔ وہ کسی طرح الوہیت اور معبودیت کا استحقاق نہیں رکھتی۔ چونکہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک۔ خالق حاکم اور متصرف خدا ہی ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی

بھی الوہیت کا مستحق نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ الوہیت و معبودیت کا حق اسی کو پہنچتا ہے جس کے ہاتھ میں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت ہو۔ انسان کو جس قسم کی بھی نعمت حاصل ہے اور اس کا سرچشمہ ذات خداوندی ہی ہے۔ اس طرح ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف یا مصیبت پڑتی ہے تو اس حالت میں لوگ سب کو بھول کر اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور انجام کار وہی اس تکلیف کو دور کرتا ہے۔ تو جب سب بھلائیاں اور نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے تو دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے یا جس سے انسان خوف کھائے یا امیدیں باندھے۔ جہاں سختی دور ہوئی منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان مانا' نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے یا کفران نعمت' سلب نعمت کا موجب ہو جائے گا۔ گویا خدائے وحدہ لاشریک لہٗ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہو جائے گا کہ اس مشرکانہ کفران نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

فخر المفسرین امام رازیؒ نے ان آیات کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ آج یکم محرم ۶۰۳ھ کو جب میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا ہوں۔ صبح کے وقت شدید زلزلہ آیا اور لوگ دعا و تضرع میں مصروف ہو گئے لیکن جب زلزلہ ختم ہو گیا تو اسے بھول بھال کر پھر غفلت میں پڑ گئے اور اپنے دھندوں میں لگ گئے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نفع نقصان پہنچانے کی طاقت صرف خداوند تعالیٰ ہی کو ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ غیر اللہ سے طمع نہ رکھے نہ خوف بلکہ امید اور خوف تنہا ذات الٰہی کو قرار دے یہ بھی ان آیات سے معلوم ہوا کہ غفلت کفر و شرک اور نافرمانی کے ساتھ دنیا کی نعمتیں اور راحتیں وبال جان ثابت ہوں گی اور آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں سے محرومی کا باعث ہوں گی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔ اور تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی بخشی ہوئی ہر نعمت کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اپنی ذات پاک کے نفع و نقصان کا مالک ہونے کا کامل یقین عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو آپ ہی کی ذات کا خوف ہو اور آپ ہی سے امید ہو۔ یا اللہ غیروں پر نظر کرنے سے ہمیں بچا لیجئے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے جو احکامات الٰہیہ ہم کو پہنچے ہیں ان پر دل و جان سے ظاہر میں اور باطن میں عمل پیرا ہونے کی توفیق و سعادت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ لگاتے ہیں، جن کے متعلق اُن کو کچھ علم نہیں، قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افتراء پردازیوں کی ضرور باز پُرس ہوگی۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَٰتِ سُبْحَٰنَهُۥ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ! اور اپنے لئے چاہتی چیز۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن

ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَٰرَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ

اُس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہو اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (سوچ کہ) آیا

أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى التُّرَابِ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ

اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، خوب سن لو اُن کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْءَاخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾

ان کی بُری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے تو بڑی اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔

وَ اور	يَجْعَلُونَ وہ مقرر کرتے ہیں	لِمَا اس کیلئے جو	لَا يَعْلَمُونَ وہ نہیں جانتے	نَصِيبًا حصہ	مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا
تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَتُسْـَٔلُنَّ تم سے ضرور پوچھا جائے گا	عَمَّا اس سے جو	كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ تم جھوٹ باندھتے ہیں	وَ اور	يَجْعَلُوْنَ وہ بناتے (ٹھہراتے)	
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْبَنٰتِ بیٹیاں	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَلَهُمْ اور اپنے لئے	مَا جو	يَشْتَهُوْنَ ان کا دل چاہتا ہے	وَاِذَا اور جب
بُشِّرَ خوشخبری دی جائے	اَحَدُهُمْ ان میں سے کسی کو	بِالْاُنْثٰى لڑکی کی	ظَلَّ ہو جاتا (پڑجاتا) ہے	وَجْهُهٗ اس کا چہرہ	مُسْوَدًّا سیاہ	وَهُوَ اور وہ
كَظِيْمٌ غصہ سے بھر جاتا ہے	يَتَوٰرٰى چھپتا پھرتا ہے	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	مِنْ سے۔سبب	سُوْٓءِ برائی	مَا جو
بُشِّرَ بِهٖ خوشخبری دی گئی جس کی	اَيُمْسِكُهٗ یا اس کو رکھے	عَلٰى هُوْنٍ رسوائی کیساتھ	اَمْ یا	يَدُسُّهٗ دباوے (دفن کردے)	فِى التُّرَابِ مٹی میں	اَلَا یاد رکھو
سَآءَ برا ہے	مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں	لِلَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	مَثَلُ حال	السَّوْءِ برا
وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	الْمَثَلُ الْاَعْلٰى شان بلند	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا		

مشرکین کے شرکیہ اعمال وعقائد

ایام جاہلیت میں مشرکین عرب مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے ہر ایک کا فرضی نام بھی رکھ چھوڑا تھا اور کارخانہ قدرت میں دخل دینے کی ایک مخصوص نوعیت بھی ہر ایک کے لئے جدا جدا مقرر کر رکھی تھی۔ کسی کو بارش کی دیوی کہتے کسی کو کھیتی کا دیوتا کسی کو روشنی کا مالک۔ کسی کو حسن و جمال کی مالکہ۔ ان فرضی معبودوں کی اصل حقیقت سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ فرضی نام جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کیا ان کی کچھ حقیقت بھی تھی اور ان کا واقعی اقتدار بھی کچھ ہے یا نہیں اور ہے تو کس طرح ہے۔ انہی فرضی معبودوں کے بت بنا رکھے تھے جن کے نام پر بھینٹ چڑھاتے اور نذر و نیاز ان کے سامنے پیش کرتے۔ مال و اولاد اور کھیتیوں

میں سے ان کے حصہ مقرر کرتے۔ کوئی جانور یا کوئی بیٹا ان کے نام سے نامزد کر دیتے۔ ان کے نام پر سانڈ چھوڑ دیتے اور قریش کے قبائل بنوخزاعہ اور بنو کنانہ میں ایک بلا یہ زائد تھی اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو مختلف کاموں پر مقرر ہیں۔ (العیاذ باللہ) ان نظر نہ آنے والی دیویوں کو کارخانہ قدرت میں دخل ہے جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں۔ (استغفر اللہ) ہندوستان کے بعض کفار و مشرکین کا عقیدہ جیسے کالی مائی' بھوانی دیوی' لکشمی دیوی وغیرہ بھی اسی طرح کی خرافات پر مبنی ہے۔

مشرکین کے عقائد واعمال کا رد

ان آیات میں مشرکین کے انہی عقائد و اعمال کی تردید فرمائی جا رہی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین ہماری ان نعمتوں میں جو ہم نے انہیں دے رکھی ہیں ان معبودوں کا بھی حصہ لگاتے ہیں جن کے معبود ہونے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ جو اپنے کھیت میں مواشی میں تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نذر نیاز ٹھہراتے ہیں جنہیں یہ مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع وضرر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی کوئی دلیل یا سند ان کے پاس نہیں۔ پھر شرکاء بھی تجویز کئے گئے تو پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ تو مشرکین کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ قیامت میں ان افترا پردازیوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیئے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک بناؤ۔ عرب کے بعض مشرکین قبائل جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (نعوذ باللہ) ان کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے لئے اولاد ثابت کی جائے اور وہ بھی بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ خود اپنے لئے بیٹیاں دیئے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔ ان کی اپنی حالت تو یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر چہرہ ناخوشی سے بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ مصیبت کہاں سے سر آئی۔ رسمی ننگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا۔ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے اور شب و روز ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے اور تجویز میں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں دبا کر ہلاک کر ڈالے عرب میں ایام جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے اس رسم قبیح کو مٹایا اور ایسے قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک عرب میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ دنیا کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ عرب کے اور مشرک قوموں نے بھی اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک ہے

الغرض مشرکین کی حالت اپنی بیٹیوں کے متعلق بیان کر کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ ان کا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں۔ پھر اولاد بھی لڑکی جس سے خود یہ مشرکین اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز اپنے لئے اور ناقص چیز خدا کے لئے (العیاذ باللہ) آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں بری مثال یا بری صفت و حالت ان ہی کی ہے وہی اولاد کے محتاج ہیں دکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے ان کو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ غرض ہر نہج سے بری مثال اور نقص وعیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی

چاہئے۔حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور معاذ اللہ بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم اور رفیع کے منافی ہے۔اس کے لئے تو وہی مثالیں اور صفات ثابت کی جا سکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔اخیر میں فرمایا کہ وہ خداوند زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں لہٰذا مہلت اور ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آ جائیں۔اور رویہ درست کر لیں۔

معارف ومسائل

مفسرین نے لکھا ہے کہ اول آیت سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کے نام کی نذر بھینٹ یا قربانی یا کوئی جانور چھوڑنا وغیرہ سب حرام ہے۔ہاں نذر و نیاز خدا کے واسطے کی جائے تو اس کا ثواب خواہ اپنے لئے مخصوص کرے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ کو بخش دے یہ جائز ہے اور یہ اس آیت کی ممانعت میں نہیں آتا۔نیز ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان آیات میں اشارہ پایا گیا کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں۔یہ کفار کا فعل اور ان کی خصلت ہے۔مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جاوے اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پیٹ سے پہلے لڑکی پیدا ہو۔قرآن کریم کی آیت يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔تو یہاں بھی اناث یعنی بیٹیوں کو مقدم کرنے سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہونا افضل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو شرک و کفر سے بچا کر توحید کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ! ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر ہم کو جینا اور مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! جاہلیت کی رسموں سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما اور جملہ احکام الٰہیہ پر ہم کو دل و جان سے ایمان و یقین اور ان پر عمل پیرا ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! اسلام نے تو دنیا سے تمام قبیح رسموں کو مٹایا مگر آج اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں بعض جاہلیت کی باتیں پھر گھس آئی ہیں۔

یا اللہ! ہم کو اسلام حقیقی اپنانا نصیب فرما۔اسی پر جینا اور اسی پر مرنا مقدر فرما اور زندگی کے ہر شعبہ میں جاہلیت کی رسموں سے بچنے اور اتباع سنت اختیار کرنے کی سعادت عطا فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر اُن کے ظلم کے سبب داروگیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

پھر جب اُن کا وقت معین آپہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے وہ امور تجویز کرتے ہیں

مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ

جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ اُن کے لئے ہر طرح کی بھلائی ہے، لازمی بات ہے کہ اُن کے لئے دوزخ ہے

وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے بھیجے جاویں گے۔

وَلَوْ اور اگر	يُؤَاخِذُ گرفت کرے	اللّٰهُ اللہ	النَّاسَ لوگ	بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کے سبب	مَا تَرَكَ نہ چھوڑے وہ	عَلَيْهَا اس (زمین) پر	مِنْ کوئی
دَآبَّةٍ چلنے والا	وَلٰكِنْ اور لیکن	يُؤَخِّرُهُمْ وہ ڈھیل دیتا ہے انہیں	اِلٰى تک	اَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آگیا
اَجَلُهُمْ ان کا وقت	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ نہ پیچھے ہٹیں گے	سَاعَةً ایک گھڑی	وَ اور	لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ نہ آگے بڑھیں گے	وَيَجْعَلُوْنَ اور وہ بناتے (ٹھہراتے ہیں)		
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مَا جو	يَكْرَهُوْنَ وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں	وَتَصِفُ اور بیان کرتی ہیں	اَلْسِنَتُهُمْ ان کی زبانیں	الْكَذِبَ جھوٹ	اَنَّ کہ	
لَهُمْ ان کیلئے	الْحُسْنٰى بھلائی	لَا جَرَمَ لازمی بات	اَنَّ کہ	لَهُمْ ان کیلئے	النَّارَ جہنم	وَاَنَّهُمْ اور بیشک وہ	مُفْرَطُوْنَ آگے بھیجے جائیں گے

اللہ تعالیٰ کا حلم وکرم

گذشتہ آیات میں مشرکین کے عقائد باطلہ اور اقوال فاسدہ بیان کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ زبردست تو ایسا ہے کہ ان مشرکین کی گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے مگر فوراً دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں لہذا ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آجاویں اور اپنی حالت درست کرلیں اسی سلسلہ میں اب یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو لوگوں کی گستاخی اور ناانصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے میں زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے اور چھوٹی موٹی خطا قصور سے تو کوئی خالی نہیں ہوگا۔ جب خطا کار اور بدکار فوراً ہلاک کر دیئے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ان کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا زیادہ موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بھی بے فائدہ ہوگا کیونکہ وہ سب بنی آدم ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم اور سرکشی پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے بہرحال اگر اللہ تعالیٰ بات بات پر دنیا میں گرفت فرمائے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں ختم ہو جائے۔ مگر وہ اپنے علم وحکمت سے ایسا نہیں کرتا بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک انہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے جب وقت آپہنچا پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔

مشرکین کی گستاخیاں

آگے مشرکین کی حالت پھر بیان کی جاتی ہے کہ جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں مثلاً بیٹیاں' یا اپنی ملک میں کسی اجنبی کی شرکت وہ خداوند قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں اور پھر باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصہ سچ ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اڑائیں گے۔ ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی۔ البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جا رہے ہیں۔

عذاب الٰہی سے ڈرتے رہو

خلاصہ یہ کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حلم وکرم' لطف ورحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑ لے تو پھر روئے زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔

ان آیات کے تحت جو بات خوف کھانے اور ڈرنے کی ہے وہ یہ ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ باوجود حلم اور اپنے جود وکرم کے دنیا میں کسی قوم پر عذاب عام نازل کرنا چاہتا ہے تو حدیث میں ہے کہ وہ عذاب ان سب کو پہنچ جاتا ہے جو اس قوم میں موجود ہوں ولیکن قیامت کے دن گنہگار اور بے گناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جائیں گے۔ (مسلم) جب ظلم ومعصیت عام ہو جائے تو اللہ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے وہ عام ہوتا ہے۔ ظالم اور غیر ظالم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ظالم اپنے ظلم کے سبب ہلاک ہوتا ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ ظالم کی ہلاکت بطور انتقام ہوتی ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد نویں پارہ سورۂ انفال میں ہے۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً (اور ڈرتے رہو اس وبال سے جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں) اس طرح عذاب عام کی لپیٹ میں دنیا میں تو سب اچھے برے آجاتے ہیں مگر قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں کے مطابق قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

اللہ تعالیٰ اپنے جود وکرم سے ہم کو عذاب عام میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اے اللہ یہ آپ کا کرم اور رحم ہے جو ہم اس روئے زمین پر سانس لے رہے ہیں۔

اے اللہ آپ نے اپنے فضل سے جو ہماری پردہ پوشی دنیا میں فرمائی ہے تو آخرت میں بھی ہمارے عیوب کی ستاری فرمائیں اور اپنی مغفرت سے نواز دیں۔ یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ سے اور اس کے وبال سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو ہمہ وقت سچی توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرماتے ہوئے ہر طرح کے عذاب سے امن عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں، اُن کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو اُن کو بھی شیطان نے اُن کے اعمال مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج اُن کا رفیق ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

اور اُن کے واسطے دردناک سزا ہے۔ اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مُردہ ہونے کے بعد زندہ کیا

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾

اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں۔

تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجے	اِلٰى طرف	اُمَمٍ امتیں	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	فَزَيَّنَ پھر اچھا کر دکھایا	لَهُمُ ان کیلئے		
الشَّيْطٰنُ شیطان	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	فَهُوَ پس وہ	وَلِيُّهُمُ ان کا رفیق	الْيَوْمَ آج	وَ اور	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دردناک	
وَمَا اور نہیں	اَنْزَلْنَا اتاری ہم نے	عَلَيْكَ تم پر	الْكِتٰبَ کتاب	اِلَّا مگر	لِتُبَيِّنَ اس لئے کہ تم واضح کر دو	لَهُمُ ان کیلئے	الَّذِى جو۔ جس	
اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ اس میں	وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائے ہیں			
وَاللّٰهُ اور اللہ	اَنْزَلَ اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَحْيَا پھر زندہ کیا	بِهِ اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ بعد
	مَوْتِهَا اس کی موت	اِنَّ بیشک	فِىْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَّسْمَعُوْنَ وہ سنتے ہیں	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

گذشتہ آیات میں مشرکین عرب اور کفار مکہ کی گستاخیوں اور ان کے لغو اور بیہودہ اقوال کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ان کی ان حرکتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کے ضمن میں اثبات رسالت و حقانیت قرآن کو بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفر و جہالت پر غم نہ کیجئے۔ آپ سے پہلے بھی اقوام اور امتوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے۔ خیر و شر' نیک و بد' حق و باطل کی انہوں نے تفریق کی۔ مگر جو لوگ شیطانی پھندوں میں گرفتار تھے وہ باغواء شیطانی اپنے غلط اور باطل اعمال کو حق سمجھتے رہے اور ہدایت یاب نہ ہوئے اور وہ لوگ پیغمبروں کی تعلیمات سے غیر متاثر رہ کر اپنی کفریات ہی کو پسند کرتے رہے تو شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہی ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ لہٰذا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی یہی ہوگا۔ جو سزا انہیں ملی لامحالہ انہی کی سی سزا یہ بھی پائیں گے۔ آپ ان کے لئے غم و تردد میں نہ پڑیئے اور یہ قرآن اس لئے آپ پر نازل کیا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں مثلاً توحید و رسالت قیامت و آخرت' حشر و نشر جزا و سزا احکام حلال و حرام وغیرہ ان سب کو وضاحت اور تحقیق کے ساتھ بیان کر دیں کوئی اشکال اور خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سنا دیں

اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کردیں۔ آگے ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے۔ جسے توفیق ہوگی قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے تو کتاب الٰہی کے ذریعہ حق کو باطل سے خیر کو شر سے صحیح کو غلط سے جدا کردیا اور اختلاف کی بیخ کنی کردی تو یہ فیصلہ بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا اور اس آفتاب ہدایت کی روشنی سے فائدہ اٹھانا صرف انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور برضا و رغبت ایمان لاتے ہیں یعنی اس قرآنی تعلیم سے فائدہ اٹھانے والا گروہ صرف اہل ایمان کا ہے اس لئے یہ کتاب الٰہی مجسم ہدایت اور پیکر رحمت انہی مومنین کے لئے ثابت ہوگی جو راہ راست پر آنے والے۔ قوانین الٰہیہ پر کاربند رہنے والے اور ضوابط شریعت پر چلنے والے ہیں۔

مومن و کافر کی مثال

مومنین کے لئے قرآن پاک کا رحمت ہونا اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے باران رحمت کہ جس سے خشک زمین ہری بھری ہوجاتی ہے گویا مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ سبزہ اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ اسی طرح قرآن سے مردہ روحوں میں جان پڑ جاتی ہے دل میں پاک جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جان بخش ہواؤں کے جھونکے دل و جان کو تر و تازہ رکھتے ہیں۔ اخیر میں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ یعنی اس میں ایسے لوگوں کے لئے توحید کی بڑی دلیل ہے جو دل سے ان باتوں کو سنتے ہیں فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ جس طرح پانی کو آسمان سے برسا کر زمین کی زندگی کا سبب بنایا اسی طرح قرآن پاک کو آسمان سے نازل فرما کر جاہل مردہ دلوں کی زندگی کا ذریعہ قرار دیا تاکہ دل کے کانوں سے سننے والے زندہ ہوجائیں لیکن جس طرح پتھریلی زمین پانی جذب ہی نہیں کرتی پانی کا ریلا ادھر سے ادھر بہ جاتا ہے اسی طرح کور باطن، غافل دل والے قرآن سے کوئی اثر نہیں لیتے بلکہ جس طرح گندہ اور بدبودار زمین میں پانی برسنے سے مزید تعفن پھیلتا ہے اسی طرح بدباطن کج فہم اور عنادی طبیعت والوں کے دلوں میں قرآن کے سننے سے مزید گمراہی اور بدکاری کی ضد بڑھتی ہے۔

شیطان کی تحریک

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شیطانی تحریک اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایسی چیزوں کی جو واقعی حسن و زیبائی سے خالی ہیں ظاہری اور عارضی خوشنمائی دے دیتی ہیں۔ چنانچہ جتنے بھی شیطانی اعمال ہیں ان کا جائزہ لے ڈالئے سب میں یہی چیز مشترک ملے گی۔ شرابی کو فوری اور عارضی لذت شراب میں محسوس ہوتی ہے۔ سینما باز سینما میں، جواری کو جوئے میں، وعلیٰ ہذا القیاس اس سے بچنے کا آسان اور موثر طریقہ صرف اپنی عقل اور قوت فکر کا صحیح استعمال ہے اور قرآنی تعلیمات وہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ جہاں انسان نے غور و تامل سے کام لیا اور اشیاء کا اصلی حسن و قبح اس کی نظر میں ظاہر ہونے لگا شیطانی ترغیبات کی کشش بھی اس کے لئے از خود مفقود ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ شیطانی مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطانی ترغیبات وتحریکات سے ہماری کامل طور پر حفاظت فرمائیں اور اس قرآن پاک کے ذریعہ سے ہمارے قلوب کو ہدایت ورحمت نصیب فرماویں اور ہمارے مردہ دلوں کو قرآن پاک سے زندگی عطا فرماویں اور اس کی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو پابندی اور اتباع نصیب فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور در کار ہے، اُن کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ

والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو،

سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بے شک اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَاِنَّ اور بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِیْ میں	الْاَنْعَامِ چوپائے	لَعِبْرَةً البتہ عبرت	نُسْقِيْكُمْ ہم پلاتے ہیں تم کو	مِمَّا اس سے جو	فِیْ میں
بُطُوْنِهٖ ان کے پیٹ	مِنْ بَيْنِ درمیان سے	فَرْثٍ گوبر	وَدَمٍ اور خون	لَبَنًا دودھ	خَالِصًا خالص	سَآئِغًا خوشگوار	
لِلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے	وَمِنْ سے	ثَمَرٰتِ پھل	النَّخِيْلِ کھجور	وَالْاَعْنَابِ اور انگور	تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو	مِنْهُ اس سے	
سَكَرًا شراب	وَرِزْقًا اور رزق	حَسَنًا اچھا	اِنَّ بیشک	فِیْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّعْقِلُوْنَ عقل رکھتے ہیں

ربوبیت الٰہیہ کی بخشائشیں دودھ وغیرہ

ان آیات میں ربوبیت الٰہی کی بخشائشوں اور اس کی صنعت و حکمت کی کرشمہ سازیوں پر توجہ دلائی جاتی ہے جس میں توحید اور صفات باری تعالیٰ کا کامل ثبوت ہے۔ اور وہ دلائل موجود ہیں کہ جن سے خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدہ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اس کے دست قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بھیڑ بکری، گائے بھینس وغیرہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ یہ بھی اپنے خالق کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں اور وہ اس طرح کہ یہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں تو غذا پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ یعنی گوبر و مینگنی کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر رگوں اور نسوں میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات اور بقا کا سبب بنتا ہے اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز دودھ تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔ تو غور کا مقام ہے کہ جانور کے پیٹ کے اندر جہاں گندی چیزیں گوبر اور خون وغیرہ پیدا ہوتے ہیں وہیں سے دودھ جیسی پاکیزہ اور نفیس نعمت انسان کے لئے تیار ہوتی ہے اور اس طرح کہ نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزہ میں۔ معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا۔ پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا۔ نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔ گویا ایک ہی کارخانہ میں ایک ہی مادہ سے ایک طرف تو غلاظت بنتی اور نکلتی رہتی ہے۔ دوسری طرف ایک ایسا جو ہر غذا و لذت بھی بنتا اور نکلتا ہے جو پینے والے کے حلق میں آرام گلے سے اتر جائے۔ اور تیسری طرف خون بنتا ہے تو وہ کون ہے جس کی حکمت نے یہ عجیب و غریب کارخانہ یا مشین بنائی۔ کیا یہ ایک کھلی ہوئی دلیل کسی صناع اعظم اور حکیم و قدیر رب العالمین کے وجود پر نہیں۔ جانوروں کے گوبر اور خون کے درمیان سے صاف شفاف دودھ نکلنے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ علیحدہ ہو کر نیچے بیٹھ

جاتا ہےاوپر دودھ ہوتا ہےاوراس کےاوپر خون' پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کوالگ الگ ان کے مقامات میں تقسیم کردیتا ہے خون کوالگ کر کے رگوں میں منتقل کردیتا ہے۔ دودھ کوالگ کر کے جانوروں کے تھنوں میں پہنچادیتا ہے اب صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت میں علیحدہ نکلتا ہے۔

پھرانسانی غذامیں دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذانہیں۔اسی لئے قدرت نے ہرانسان وحیوان کی پہلی غذادودھ ہی بنائی ہے جو ماں کی چھاتیوں سے اسے ملتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب دودھ پیوتو یہ دعا کرو۔ اللهم بارک لنافیه وزدنامنه یعنی اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت دیجئے اورزیادہ عطافرمایئے۔اورفرمایا کہ جب تم کوئی کھانا کھاؤتویہ کہو اللهم بارک لنا فيه و اطعمنا خیرامنه یعنی اے اللہ اس میں ہمارے لئے برکت عطافرمااورآئندہ اس سے اچھا کھانانصیب فرما۔

پھل اورمیوے

اس نعمت کے بیان کیساتھ ہی دوسری نعمت بیان ہوئی کہ اللہ نے طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا کئے جن میں نہایت لطیف' خوش مزہ انگورو کھجوربھی ہیں۔ یہ پھل مٹی پانی اور ہوا سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ویسے ہی کھالئے جاتے ہیں اور کچھ شراب' شربت' سرکہ وغیرہ بنانے کے کام میں آتے ہیں۔ان کے عرق سے نشہ کی چیز بنالیتے ہیں اوراچھی اور جائز غذائیں بھی ان سے بنتی ہیں تو غور کرو کہ ان کا مادہ اصل میں کیا تھااور پھر خداتعالیٰ نے اس کو کیا بنادیا۔تم ایک خشک گٹھلی مٹی میں دبادیتے ہو۔مٹی وہی گٹھلی ان نعمتوں کی شکل میں تمہیں واپس دے دیتی ہے۔ تو وہ کون ہے جس کی ربوبیت اور حکمت وقدرت مٹی کے ذروں سے یہ خوش ذائقہ اورغذائیت کے خزانہ اگلوارہی ہے؟ جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ خدا کی قدرت وعظمت کوان چیزوں اورنعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں۔

ایک اہم تنبیہ

یہاں مفسرین نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ یہ آیات مکی ہیں اور شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی۔ پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں شراب کی حرمت کے احکام نازل ہوئے پھر یہاں خطاب صرف مومنین کونہیں بلکہ مشرکین وکفار مکہ کوبھی ہے اس لئے خداتعالیٰ نے بطورانعام واحسان کے اس جگہ نشہ آور چیز یعنی شراب کا تذکرہ فرمایا ہے مگرایک لطیف اشارہ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے یہاں اس آیت میں بھی شراب کی حرمت کی طرف موجود ہے۔ کیونکہ یہاں سکر یعنی نشہ آور چیز کو وَرِزْقًا حَسَنًا یعنی اچھی پاکیزہ روزی کے مقابلہ میں ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اچھی اور پاکیزہ روزی نہیں اور یہی معنیٰ حرام کے ہیں۔ پھراللہ تعالیٰ نے اس امت پر خاص عنایت فرمائی کہ ان کی عقلوں کی حفاظت کیلئے شراب کوصاف صاف اورصریحاً حرام قراردے دیا۔

خلاصۂ آیات

الغرض بتلانا یہ مقصود ہے کہ ہرخاص وعام کوخواہ مومن ہو یا مشرک وکافر کہ یہ سب خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ شکم حیوان سے جوخون اور گوبر کا منبع ہے اس سے خالص دودھ نکلتا ہےاوراس عمدہ غذا سے تم کو سیراب کرتا ہے۔جس میں نہ خون کی رنگت ہے نہ گوبر کی بدبو جس سے خداتعالیٰ کی کمال قدرت کا ظہور ہوتا ہے کہ دوناپاک اور بدبودار چیزوں کے درمیان سے کیسی عمدہ اورلذیذ غذا پیدافرمادی۔ یہ صنعت سوائے خداوندقدیر کے کون کرسکتا ہے پس جس نے تمہارے لئے یہ نعمت پیدا کی اسی کااحسان مانواوراسی کی پرستش کرو۔

یہاں ان چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جتنی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھرتعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلاکر دوسروں کاغلام بن جاتا ہے۔گویا تعلیم توحید کے ساتھ شرک کے رد کی طرف بھی اشارہ فرمادیا۔نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور شیریں کھانے پینے کا استعمال زہد کے خلاف نہیں ہے جبکہ اس کو حلال طریقہ سے حاصل کیا گیا ہواوراس میں اسراف وفضول خرچی نہ کی گئی ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں اُن میں۔

ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر۔ پھر اپنے رب کے راستوں میں چل جو آسان ہیں اُس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

مختلف ہوتی ہیں کہ اُس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے، جو سوچتے ہیں۔

وَاَوْحٰی اور الہام کیا	رَبُّكَ تمہارا رب	اِلَى طرف	النَّحْلِ شہد کی مکھی	اَنِ کہ	اتَّخِذِیْ تو بنالے	مِنَ سے	الْجِبَالِ پہاڑ	بُيُوْتًا گھر	وَّمِنَ اور میں
الشَّجَرِ درخت	وَمِمَّا اس سے جو	يَعْرِشُوْنَ چھتریاں بناتے ہیں	ثُمَّ پھر	كُلِیْ کھا	مِنْ سے	كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل	فَاسْلُكِیْ پھر چل		
سُبُلَ راستے	رَبِّكِ اپنا رب	ذُلُلًا نرم وہموار	يَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ سے	بُطُوْنِهَا ان کے پیٹ	شَرَابٌ پینے کی ایک چیز	مُّخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهٗ اسکے رنگ	
فِيْهِ اس میں	شِفَآءٌ شفا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	اِنَّ بیشک	فِیْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ سوچتے ہیں	

شہد کی تیاری

گذشتہ آیات میں پہلے کتاب اللہ کے نازل ہونے کی مناسبت سے آسمان سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا تھا پھر پانی کی مناسبت سے دودھ کا تذکرہ فرمایا۔ پھر پھلوں کے رس سے شراب وشربت اور سرکہ وغیرہ بنانے کا تذکرہ ہوا۔ گویا مشروبات کی تین قسم یعنی پانی، دودھ شراب کا تذکرہ ہوا۔ ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد دوسرے رکوع میں جنت میں مشروبات کی چار قسم بیان ہوئی ہیں۔ پانی، دودھ، شراب وشہد۔ تو یہاں تین قسم یعنی پانی، دودھ و شراب کا تذکرہ فرما کر اب چوتھی قسم یعنی شہد کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے اور اس سے توحید اور قدرت خداوندی پر استدلال کیا جاتا ہے۔

شہد مہال کی مکھی سے پیدا ہوتا ہے۔ مہال کی مکھی مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر ہضم کرتی ہے اس کے معدہ میں یہی رس ہضم ہو کر شہد کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرنا چاہئے کہ شہد کے چھتے میں تمہارے لئے شب و روز کس طرح شہد تیار ہوتا رہتا ہے۔ تم دنیا کے سارے پھول اور پھل جمع کر کے چاہو کہ شہد کا ایک قطرہ بنالو تو کبھی نہ بنا سکو گے لیکن ایک چھوٹی سی مکھی بناتی رہتی ہے اور اس نظم وضبط، محنت واستقلال، ترتیب وتناسب، اجتماع واشتراک اور یکسانیت و ہم آہنگی کے ساتھ بناتی رہتی کہ اس کی ہر بات ہماری عقل کو درماندہ کر دینے والی ہے۔ سب سے پہلے قدرت خداوندی نے شہد کی مکھی کو فطری طور پر یہ بات تعلیم کی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اونچے مکانوں میں چھتوں میں اور دوسرے بلند مقام میں اپنا گھر بنائے تاکہ زمین سے جو بخارات خارج ہوتے رہتے ہیں وہ شہد کو خراب نہ کر سکیں۔ پھر گھر بھی بنائے تو کس کاریگری اور باریک صنعت اور کیسے خوبصورت اور ہندسی پیمانہ کے موافق کہ کوئی بڑے سے بڑا انجینئر بھی ان کی پیمائش میں فرق ثابت نہیں کر سکتا۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو یعسوب

کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے جب کسی جگہ مکان بناتی ہیں تو سب خانے مسدس کی شکل پر ہوتے ہیں اور بغیر کسی مسطر اور پرکار کے اس قدر صحیح ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کو رکھتی ہیں کہ آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے پھر ان مکھیوں کو ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں سے رس چوسنے کی تعلیم دی گئی۔ غور کا مقام ہے کہ پھل مختلف خاصیت اور مختلف ذائقہ کے ہوتے ہیں کوئی خوشگوار کوئی ناگوار کوئی شیریں کوئی تلخ لیکن شہد کی مکھی خوشگوار پھلوں کا شیریں عرق ہی چوستی ہے اور شہد کا جو رنگ مقرر ہے سفید، سرخ یا زرد اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کے بعد چھتے کے اندر آنے جانے کے جو راستہ مقرر ہیں انہی میں سے داخل ہونے اور نکلنے کا القا ہوا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جو راستہ اندر داخل ہونے کا ہے اس سے مکھی باہر آئے یا نکلنے کے راستہ سے اندر داخل ہو۔ پھر کچھ مکھیاں بطور خادم چھتہ کے دروازوں پر مقرر ہوتی ہیں جو داخل ہونے والی ہر مکھی کو سونگھ کر اندر گھسنے دیتی ہیں۔ اگر کسی گندی چیز پر بیٹھ کر مکھی رس چوس کر آتی ہے تو اس کو مار کر نکال دیتی ہیں اندر داخل ہونے نہیں دیتیں۔ یہ سب کچھ القا فطری ہے ۔ان تمام تیاریوں کے بعد شہد بنتا ہے۔

شہد کی خصوصیات وفضائل

شہد کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگوں کا اختلاف موسم، غذا اور مکھی کی عمر کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ نوجوان مکھی سے سفید اور کامل جوان سے زرد اور بوڑھی سے سرخ شہد پیدا ہوتا ہے۔ پھر بہت سی بیماریوں میں یہ شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفایابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آ رہے تھے ان کے بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہوگئی انہوں نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے تو آپؐ نے فرمایا صدق الله و كذب بطن اخيك (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر شہد پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہوگئی۔

قدرت الٰہی کی نشانی

یہاں جو قرآن میں فرمایا ہے فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یہ باعتبار بعض امراض کے ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ خاصیت تو اکثر ادویہ میں ہے کہ بعض امراض کے لئے نافع ہے تو پھر شہد کی کیا خصوصیت ہوئی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ مکھی شہد کی ایک زہری جانور ہے چنانچہ اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف کا ہونا اس کی ظاہر دلیل ہے پس ایسے زہریلے جسم سے تریاق و شفا کا پیدا کرنا یہ قدرت خداوندی ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ اس کے اندر بڑی نشانی ہے توحید الٰہی اور قدرت خداوندی کی ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں کہ مکھی جیسی بے طاقت اور حقیر چیز کا تمہارے لئے شہد بنانا یہ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ کی عظمت و خالقیت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی سے لوگ اپنے خدا کے قادر، حکیم، علیم، کریم و رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

فوائد

(۱) ایک یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ عقل و شعور انسانوں کے علاوہ دوسرے جانداروں میں بھی ہے البتہ عقل کے درجات مختلف ہیں۔ انسانوں کی عقل تمام ذی حیات اشیاء کی عقول سے زیادہ کامل ہے اسی وجہ سے وہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر جنون کی وجہ سے انسان کی عقل میں

فطوراً جائے تو دوسری مخلوقات کی طرح وہ بھی مکلف نہیں رہتا۔

(۲) شہد کی مکھی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی فضیلت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ترجمہ ''دوسرے ایذا رساں جانداروں کی طرح مکھیوں کی بھی تمام قسمیں جہنم میں جائیں گی جو وہاں جہنمیوں پر بطور عذاب مسلط کر دی جائیں گی مگر شہد کی مکھی جہنم میں نہیں جائے گی۔(نوادرالاصول بحوالہ قرطبیؒ)

نیز ایک اور حدیث میں آپ نے اس کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔(ابوداؤد)

(۳) فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا سے مرض کا علاج کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بطور انعام ذکر کیا ہے۔ ارشاد خداوندی فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہ اس میں بہت سی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ اس پر بعض اللہ کے اہل یقین اور اہل دل بندے وہ بھی ہیں جن کو شہد کے کسی بھی مرض کے لئے شفاء ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کو اپنے رب کے قول کے اس ظاہر ہی پر اس قدر مستحکم یقین اور مضبوط اعتقاد ہے کہ وہ پھوڑے اور آنکھ کا علاج بھی شہد سے کرتے ہیں اور جسم کے دوسرے امراض کا بھی۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں ہے کہ ان کے بدن پر اگر پھوڑا بھی نکل آتا تو اس پر شہد کا لیپ کر کے علاج کرتے۔ بعض لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو جواب میں فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا ان بندوں کا اپنے رب کے متعلق اعتقاد اور حسن ظن ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ **انا عندظن عبدی بی** یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ جو کچھ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں یعنی اس کے مطابق کر دیتا ہوں۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم پکڑو۔ یعنی شہد اور قرآن۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علی الصبح ہر روز تین انگلیاں شہد کی چاٹ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پر اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں۔ مگر اس وقت روحانیت کی کمی اور مادیت کی ترقی نے ہمارے ایمان و یقین کو کمزور بنا رکھا ہے اور ایک حکیم و ڈاکٹر کے قول پر جتنا ہمارا اعتماد ہوتا ہے اتنا اللہ اور اس کے ارشاد پر نہیں۔ الا ماشآء اللہ۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی شب و روز کی نعمتوں پر ہم کو غور و فکر کی توفیق عطا فرما اور اپنی نعمتوں پر حقیقی شکر گزاری کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے کلام کی عظمت و توقیر ہم کو نصیب فرما اور ہمارے دلوں میں اپنے کلام پر یقین کامل نصیب فرما اور ہماری توحید کو مضبوط اور خالص بنا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے

عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ

باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے،

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ

سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۷۱

خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں	ثُمَّ پھر	يَتَوَفّٰكُمْ وہ موت دیتا ہے تمہیں	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض	مَنْ جو	يُرَدُّ اِلٰى لوٹایا (پہنچایا) جاتا ہے طرف		
اَرْذَلِ الْعُمُرِ ناکارہ۔ناقص عمر	لِكَيْ تاکہ	لَا يَعْلَمَ وہ بے علم ہو جائے	بَعْدَ بعد	عِلْمٍ علم	شَيْئًا کچھ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا
قَدِيْرٌ قدرت والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	فَضَّلَ فضیلت دی	بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض	عَلٰى پر	بَعْضٍ بعض	فِي میں	الرِّزْقِ رزق	فَمَا پس نہیں
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	فُضِّلُوْا فضیلت دیے گئے	بِرَآدِّيْ لوٹا دینے والے	رِزْقِهِمْ اپنا رزق	عَلٰى پر۔کو	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُهُمْ انکے ہاتھ		
فَهُمْ پس وہ	فِيْهِ اس میں	سَوَآءٌ برابر	اَفَبِنِعْمَةِ پس۔کیا۔نعمت سے	اللّٰهِ اللہ	يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے ہیں			

انسان کے حالات سے
توحید وقدرت خداوندی پر استدلال

انسان کو پیدا کرنے موت دینے اور بعض کو بہت بوڑھا ناکارہ بنادینے کا سارا کام صرف اسی خالق اکبر حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ کوئی اس میں اس کا شریک وسہیم نہیں۔ یہ نہیں کہ پیدائش کا دیوتا کوئی اور، موت کا کوئی اور زندہ رکھنے کا کوئی اور۔ انسان کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے کہ وہ کچھ نہ تھا۔ خدا نے وجود بخشا۔ پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش وحواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی۔ بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی بات یاد رکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم وقدرت اسی خالق ومالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ بعض اہل علم نے انسانی عمر کے چار حصہ کئے ہیں۔ پہلا حصہ ۳۳ برس تک کا ہے۔ یہ سن بڑھوتری اور جسمانی ترقی کا ہوتا ہے پھر ۳۳ سے ۴۰ تک دوسرا حصہ یہ وقوف کا سن ہے۔ اس میں نہ ترقی ہوتی ہے نہ تنزل مگر عقل کامل ہو جاتی ہے۔ تیسرا حصہ ۴۰ سے ۶۰ تک کا ہے۔ یہ بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ اس میں انحطاط اور قوت کا زوال ہونے لگتا ہے مگر آہستہ آہستہ۔ افعال جسمانی ودماغی سے انسان مجبور نہیں ہوتا۔ چوتھا حصہ ۶۰ سے اوپر کا ہے اور یہی ارذل العمر کہلاتا ہے جس کو یہاں آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں انسان کے تمام جسمانی ودماغی قویٰ مختل ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس عمر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللھم انی اعوذبک من سوء العمر اور ایک روایت میں ہے۔ اللھم انی

اعوذبک من ان اردالیٰ ارذل العمر یعنی یا اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بری عمر سے اور پناہ مانگتا ہوں ارذل العمر سے۔ یعنی پیرانہ سالی کے ایسے انتہائی درجہ میں پہنچنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی جس میں نہ قوت جسمانیہ رہتی ہے نہ قوت عقلیہ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے وہ تمام معلومات بھول کر بالکل بچے کے مانند ہو جاتا ہے۔ جس کو نہ علم و خبر نہ فہم و فراست۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل و کرم سے ایسی ناکارہ کر دینے والی پیرانہ سالی سے ہم کو محفوظ فرمائیں۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کی یہ حالت نہ ہوگی۔ یا اللہ ہم کو دائمی توفیق تلاوت قرآن کی نصیب فرما اور مرتے دم تک اس کی برکتیں ورحمتیں عطا فرما۔ آمین۔

الغرض انسان کو اپنی پیدائش اور موت اور بڑھاپے پر غور کرنے کو فرمایا گیا کہ اس میں کس طرح خدا کی عظیم الشان قدرت اور بے مثال حکمت نظر آتی ہے۔

معاشی حالات کے تفاوت پر غور کی دعوت

آگے ایک دوسری بات کی طرف متوجہ فرمایا جا رہا ہے کہ انسانوں میں کوئی غنی ہے کوئی فقیر اور یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اگر یہ بات عقل و علم پر موقوف ہوتی تو کوئی بدعقل اور جاہل مالدار نہ ہوتا اور عالم و دانا مفلس و فقیر نہ ہوتا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام نوکر چاکر ہیں کسی کو غریب بنایا جس کے سر پر کوئی مالک اور آقا ہوتا ہے۔ تو عام طور پر اس کو اہل کفر گوارا نہیں کرتے کہ اپنی دولت و عزت اور کھانے پہننے میں اپنے غلاموں اور زیردستوں کو برابر کا شریک کر لیں۔ اس لئے یہاں بطور الزام مشرکوں سے فرمایا جاتا ہے کہ جب مالک اور مملوک میں اور آقا اور غلام میں تمہارے نزدیک بھی مساوات ممکن نہیں اور تم خود اس کو گوارا نہیں کرتے تو پھر بھلا اللہ کے زیردست بندوں کو اس کا شریک کس قاعدہ سے قرار دیتے ہو؟ یہ تو اللہ کے احسان کا صریحی انکار ہے کہ روزی تو دے خدا اور اس کے ساتھ برابر کا حق دار سمجھو دوسروں کو گویا یہاں بھی اثبات توحید کے ساتھ شرک کی برائی اور مذمت اور اس کا باطل ہونا سمجھایا گیا۔

اس آیت سے اس حقیقت پر پوری طرح روشنی پڑ گئی کہ مال و دولت میں عدم مساوات فطری و طبعی ہے۔ اور تقسیم دولت میں مساوات کا دعویٰ بجائے خود بے بنیاد اور خلاف فطرت ہے۔ یہیں سے سوشلزم اور کمیونزم کا بطلان بھی ہو گیا اور اس کا خلاف فطرت ہونا بھی معلوم ہوا۔

اسلام سرمایہ داری اور کمیونزم کی افراط وتفریط سے پاک ہے

قرآن حکیم نے ظالمانہ نظام سرمایہ داری اور احمقانہ نظام اشتراکیت کی دونوں انتہاؤں کے درمیان افراط وتفریط سے پاک ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ رزق و دولت میں فطری تفاوت کے باوجود کوئی فرد یا جماعت عامہ مخلوق کو اپنا غلام نہ بنا سکے اور مصنوعی گرانی اور قحط میں مبتلا نہ کر سکے۔ سود اور جوئے اور رشوت کو حرام قرار دے کر ناجائز سرمایہ داری کی بنیاد منہدم کر دی پھر ہر مسلمان کے مال میں غریبوں کا حق متعین کر کے شریک کر دیا جو غریبوں پر احسان نہیں بلکہ ادائیگی فرض ہے۔ پھر مرنے کے بعد مرنے والے کی تمام ملکیت کو افراد خاندان میں تقسیم کر کے ارتکاز دولت کا خاتمہ کر دیا۔ قدرتی چشموں، سمندروں اور پہاڑی جنگلوں کی خودرو پیداوار کو تمام خلق خدا کا مشترک سرمایہ قرار دیدیا جس پر کسی فرد یا جماعت کا قبضہ مالکانہ جائز نہیں جبکہ سرداری نظام میں یہ سب چیزیں صرف سرمایہ داروں کی ملکیت قرار دی گئی ہیں۔ خالق کائنات نے جہاں عقلی و جسمانی قوتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس کے تابع رزق اور مال میں تفاوت قائم فرمایا۔ وہیں معاش کا ایسا نظام محکم بھی قائم فرمایا کہ ایسا نہ ہونے پائے کہ دولت کے خزانوں اور کسب معاش کے مرکزوں پر چند افراد یا کوئی جماعت قبضہ کر لے اور باقی مخلوق کو اپنا معاشی غلام بنانے پر مجبور کرے۔" (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً

اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور اُن بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں

وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

کیا پھر بھی بے بنیاد چیز پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو اُن کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور نہ قدرت رکھتی ہیں۔سو تم اللہ کیلئے مثالیں مت گھڑو، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تم میں سے	اَزْوَاجًا بیویاں	وَجَعَلَ اور بنایا (پیدا کیا)	
لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ سے	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	بَنِيْنَ بیٹے	وَحَفَدَةً اور پوتے	وَرَزَقَكُمْ اور تمہیں عطا کیا	مِّنَ سے	
الطَّيِّبٰتِ پاک چیزیں	اَفَبِالْبَاطِلِ تو کیا باطل کو	يُؤْمِنُوْنَ وہ مانتے ہیں	وَبِنِعْمَتِ اور نعمت	اللّٰهِ اللہ	هُمْ وہ	يَكْفُرُوْنَ انکار کرتے ہیں	
وَيَعْبُدُوْنَ اور پرستش کرتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَمْلِكُ اختیار نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	رِزْقًا رزق	مِّنَ سے
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	شَيْـًٔا کچھ	وَ اور	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہ وہ قدرت رکھتے ہیں	فَلَا تَضْرِبُوْا پس تم نہ چسپاں کرو		
لِلّٰهِ اللہ کیلئے۔پر	الْاَمْثَالَ مثالیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	وَاَنْتُمْ اور تم	لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

ازواج واولاد اور پاکیزہ رزق کی نعمت

گذشتہ آیات سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ہوتا چلا آ رہا ہے جس سے یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جب یہ تمام احسانات کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو پھر کسی دوسرے کو اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک کیسے کیا جا سکتا ہے۔گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش وموت اور تغیرات جسمانی ودماغی فضیلت معاش اور اس کی حکمت کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کے ان احسانات وانعامات سے توحید کا اثبات اور شرک کا بطلان فرمایا گیا تھا۔

اب ان آیات میں بعض دوسرے احسانات کو بیان فرمایا جا رہا ہے چنانچہ ایک احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بیویاں عطا کیں۔تا کہ خانہ داری کا انتظام مال کی حفاظت بچوں کی نگہداشت قلبی انس وسکون حاصل کر سکیں۔اگر عورت نہ ہوتی تو مرد کا وجود کیسے ہوتا۔پھر غیر مانوس اور کسی اجنبی نوع کی بیویاں نہیں دیں بلکہ انسانی نوع کی تمہاری ہی شناسا جنس میں سے عطا کیں تا کہ کامل طور پر انس حاصل ہو سکے۔پھر بیویاں دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بیٹے، پوتے اور نواسے بھی دیئے تا کہ آڑے اور ضرورت کے وقت میں تمہارے معین ومددگار ہو سکیں۔پھر بقائے حیات کے لئے رزق ضروری تھا۔رزق دو طرح کا ہو سکتا ہے۔پاک وناپاک۔تو خدائے تعالیٰ نے بقائے حیات کے لئے پاک رزق میں سے مخصوص قسم یعنی حلال طیب چیزیں عطا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ کے یہ تمام احسانات ہیں کیا ان کے ہوتے ہوئے دوسروں کو اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے غلط بات کا

یقین کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں دیوتا نے ہم کو بیٹا بیٹی یا مال و دولت عطا کیا۔ اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنا ظلم اور ناحق شناسی نہیں تو اور کیا ہے۔ بھلا ایسی بے بس اور بے کس چیزوں کی قولی اور عملی پرستش کرنا جن میں نہ خود کچھ طاقت ہے نہ دوسرے کو وہ کچھ دے سکتے ہیں حماقت اور باطل پرستی نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

مشرکین کا غلط عقیدہ اور اس کی تردید

مشرکین غیر اللہ کی پرستش اور دیوتاؤں سے منتیں اور مرادیں مانگنے کے ثبوت میں شیطانی قیاس اور طاغوتی وساوس سے کام لیتے اور عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے اپنے مطلب کی ایک مثال گھڑ کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے دنیوی بادشاہ، بادشاہ تک ہر کس و ناکس کی رسائی نہیں ہوتی اور نہ اس سے براہ راست ہر شخص اپنی حاجت طلب کر سکتا ہے۔ اس لئے بادشاہ اپنے نائب اور عمال حکومت مقرر کر دیتا ہے اور بہت کچھ اختیارات ان کو دے دیتا ہے تا کہ عام رعایا ان کی طرف اپنی ضروریات و حاجات کو پورا کرنے کے لئے رجوع کرے اور وہ عطا کردہ اختیارات سے یا تو خود رعایا کی حاجت پوری کر دیں یا بادشاہ تک عرضی پہنچا دیں۔ پھر حاکم کے پیشکاروں کو حاکم کی مرضی میں اور وزیروں کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل ہوتا ہے وہ جس کی عرضی چاہتے ہیں منظور کرا دیتے ہیں اس لئے ان کو راضی رکھنا بادشاہ کی رضامندی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت شان تو دنیا کے تمام بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہماری وہاں تک رسائی قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے دیوتا کارخانۂ قدرت کے اہل کار ہیں۔ ان کو خدا نے کافی اختیارات دے رکھے ہیں اور جن باتوں کا ان کو اختیار ہے اس میں سفارش کر سکتے ہیں اور منظور بھی کرا سکتے ہیں کیونکہ بارگاہ خداوندی میں ان کی کامل رسائی ہے اس لئے ان کی خوشنودی حاصل کرنی اور ان کی عبادت کرنی اور ان سے مرادیں مانگنی بہت زیادہ اہم فرض ہے۔ مشرکین کا یہ عقیدہ اور مثال چونکہ بالکل لغو تھا۔ خالق کو مخلوق پر قادر کو مجبور پر، عالم کل کو جاہل پر قیاس کرنا صراحتاً باطل ہے۔ بادشاہ اپنی مجبوری اور کمزوری اور محیط کل علم نہ ہونے کی وجہ سے وزرا اور مصاحبین کا دست نگر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر مطلق اور عالم کل ہے اس کو اس سلسلہ نیابت کی کیا ضرورت ہے۔ مشرکین کے قول کی تردید میں یہ بتلایا جاتا ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دنیوی بادشاہوں کی سی مثال مت گھڑو۔ اس کی مثال ناممکن ہے۔ لہٰذا اللہ کی مشابہت و مماثلت کا خیال بھی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت شان اور بے مثال ہونے کو جانتا ہے تم اس کی حقیقت، واقعی حالت اور حقیقی صفات سے ناواقف ہو۔ لہٰذا ناواقفیت و جہالت کے ہوتے ہوئے تشبیہ و تمثیل دینا ناجائز ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ اس دولت ایمان کی ہم کو وقعت اور قدر اور صحیح شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! آپ نے دنیا کی نعمتیں جس میں بی بی بچے اہل و عیال بھی شامل ہیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں ان کو آخری اور اپنی رضامندی کے حصول کا ذریعہ بنایئے اور اپنی ہر ظاہری و باطنی نعمت کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک غلام ہے مملوک کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دی ہے

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

تو وہ اُس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے، کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہوسکتے ہیں، ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے لائق ہیں بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى

اور اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا ہے گویا کوئی کام نہیں کرسکتا، اور وہ اپنے مالک پر ایک وبالِ جان ہے

مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے، کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا، کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہوسکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو

وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع

اور خود بھی ایک معتدل طریقہ پر ہو۔

ضَرَبَ بیان کیا	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا ایک مثال	عَبْدًا ایک غلام	مَمْلُوْكًا مِلک میں آیا ہوا	لَا يَقْدِرُ وہ اختیار نہیں رکھتا	عَلٰى پر	شَیْءٍ کسی شے		
وَمَنْ اور جو	رَزَقْنٰهُ ہم نے اسے رزق دیا	مِنَّا اپنی طرف سے	رِزْقًا رزق	حَسَنًا اچھا	فَهُوَ سو وہ	يُنْفِقُ خرچ کرتا ہے	مِنْهُ اس سے		
سِرًّا پوشیدہ	وَجَهْرًا اور ظاہر	هَلْ کیا	يَسْتَوٗنَ وہ برابر ہیں	اَلْحَمْدُ تمام تعریف	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر		
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَضَرَبَ اور بیان کیا	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا ایک مثال	رَجُلَيْنِ دو آدمی	اَحَدُهُمَا ان میں سے ایک	اَبْكَمُ گونگا			
لَا يَقْدِرُ وہ اختیار نہیں رکھتا	عَلٰى شَیْءٍ کسی شے پر	وَهُوَ اور وہ	كَلٌّ بوجھ	عَلٰى پر	مَوْلٰىهُ اپنا آقا	اَيْنَمَا جہاں کہیں	يُوَجِّهْهُّ وہ بھیجے اسکو		
لَا يَاْتِ وہ نہ لائے	بِخَيْرٍ کوئی بھلائی	هَلْ کیا	يَسْتَوِیْ برابر	هُوَ وہ۔یہ	وَمَنْ اور جو	يَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ		
	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	صِرَاطٍ راہ	مُسْتَقِيْمٍ سیدھی					

اللہ تعالیٰ کے صحیح تعارف کے لئے دو مثالیں

گذشتہ آیات میں شرک کا بطلان فرماتے ہوئے مشرکین سے کہا گیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی غلط اور مہمل مثالیں مت گھڑو کہ اللہ تعالیٰ کی مثال بادشاہانِ دنیا کی سی ہے کہ ہر شخص ان سے عرض حاجت نہیں کرسکتا اس لئے اس کے نائب ہوتے ہیں کہ عوام ان سے عرض حاجت کرتے ہیں پھر وہ سلاطین سے عرض کرتے ہیں۔ گویا مشرکین کی یہ دلیل غیر اللہ اور اپنے دیوتاؤں سے مرادیں مانگنے اور حاجتیں طلب کرنے میں جس کا رد گذشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا اور مشرکین کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح کی مثال پیش کرنی چاہئے جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کو سمجھانے والی ہو۔ اگر صحیح مثال چاہو تو غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو چنانچہ ان آیات میں دو مثالیں یہاں بیان فرمائی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ

کے آگے تمام مخلوق عاجز اور بے بس ہے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرسکتا۔

پہلی مثال: فرض کرو دو شخص ہیں۔ ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں غلام ہے اور مملوک ہے کسی طرح کی قدرت اور اختیار نہیں رکھتا ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے۔ بغیر اجازت مالک کچھ نہیں کرسکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو آزاد ہے۔ خود مختار ہے اور جسے خدا نے مقدرت اور روزی بھی بہت کچھ عنایت فرمائی ہے۔ جس میں سے دن رات جس طرح چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ اور نہ کوئی اس سے باز پرس کرنے والا ہے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہوسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں شخص قدرت اور اختیار میں برابر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے۔ سب تعریفیں اور خوبیاں اس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر بھی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے تو یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو جو کسی چیز کا مالک نہیں اس کے برابر کردیا جائے جو ہر چیز کا مالک ہے اس مثال کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ یہ اتنی کھلی ہوئی اور بدیہی توضیح ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا مگر اس وضاحت کے باوجود اکثر مشرکین اس قدر جاہل واقع ہوئے ہیں کہ اکثر کو اس نمایاں فرق کا بھی پتہ نہیں۔

دوسری مثال: فرض کرو دو شخص ہیں ایک گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔ پھر نکما بھی ہے۔ جس کام کو بھیجو بگاڑ کر آتا ہے۔ کوئی کام ٹھیک کر ہی نہیں سکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو دانشمند، سمجھدار اور ہوشیار ہے۔ خود بھی سیدھی چال چلتا ہے دوسروں کو بھی صحیح اعتدال کی راہ چلنے کا مشورہ دیتا ہے۔ ان دونوں میں مساوات کس طرح ہوسکتی ہے؟ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہوسکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیونکر دیا جاسکتا ہے۔

یہاں مشرکین کو یہ بتلایا گیا کہ اگر مثالوں ہی سے بات سمجھنی ہے تو اللہ تعالیٰ صحیح مثالوں سے تم کو حقیقت سمجھاتا ہے تم جو مثالیں دے رہے ہو وہ غلط ہیں اس لئے تم ان سے غلط نتیجے نکال بیٹھتے ہو۔ تو در پردہ یہاں اس بات کی طرف ایماء ہے کہ کفار و مشرکین جن معبودوں کو پکارتے ہیں اور ان پر بھینٹ چڑھاتے ہیں اور نذر و نیاز مانتے ہیں اور بعض چیزوں کا ان کو مختار جانتے ہیں یہ بالکل لغو اور بے بنیاد عقیدہ ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک کی گندگی سے بچایا۔

یا اللہ ہم کو حق پر قائم رہنے اور باطل سے بچنے کی تازندگی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ایمان و اسلام پر تازیست زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ

اور آسمانوں اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی

اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

جلدی، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ

کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو۔ کیا لوگوں نے

يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمانوں کے (تلے) فضا میں مسخر ہو رہے ہیں، اُن کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے، اس میں ایمان والے لوگوں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

کے لئے چند دلیلیں ہیں۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	غَيْبُ پوشیدہ باتیں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور نہیں	اَمْرُ السَّاعَةِ کام (آنا) قیامت			
اِلَّا مگر	كَلَمْحِ الْبَصَرِ جیسے جھپکنا آنکھ	اَوْ یا	هُوَ وہ	اَقْرَبُ اس سے بھی قریب	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر
شَیْءٍ شے	قَدِيْرٌ قدرت والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَخْرَجَكُمْ تمہیں نکالا	مِّنْ سے	بُطُوْنِ پیٹ	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں		
لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہ جانتے تھے	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں			
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر ادا کرو	اَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا	اِلٰى طرف	الطَّيْرِ پرندہ			
مُسَخَّرٰتٍ حکم کے پابند	فِیْ میں	جَوِّ السَّمَآءِ آسمان کی فضا	مَا نہیں	يُمْسِكُهُنَّ تھامتا اُنہیں	اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ	اِنَّ بیشک		
	فِیْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں			

الوہیت کی خصوصیات

ان آیات میں الوہیت باری تعالیٰ کی بعض خصوصیات بیان فرمائی جاتی ہیں ایک خصوصیت کمال علم کی بیان فرمائی گئی کہ اللہ ہی کو ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی واقفیت مخلوق کو نہیں۔ یعنی آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ باتیں جو کسی کو معلوم نہیں باعتبار علم کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ پس صفت علم میں وہ کامل ہیں اور منجملہ غیبی چیزوں کے قیامت بھی ہے یعنی تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ ہو کر جمع ہونا۔ تو قیامت کب ہوگی اور کیسے ہوگی؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے ہاں اتنی بات بتادی گئی کہ قیامت جلد آئے گی تو یہاں کمال علم اور کمال قدرت کا اظہار منظور ہے کہ نہ صرف حق تعالیٰ کو اس کا علم ہے کہ قیامت کب آوے گی بلکہ وہ ان کے قبضہ قدرت میں بھی ہے

کہ جب قیامت کا مقرر وقت آ جائے گا تو پھر اس کے واقع ہونے میں اتنی دیر بھی نہ لگے گی جتنی پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔ اور پھر حق تعالیٰ کا ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائے گی۔ تو گویا علم غیب اور قدرت کا کمال دونوں اللہ تعالیٰ کی خصوصیات ہیں۔ مشرکین کے باطل معبود نہ تو علم رکھتے ہیں نہ قدرت اس لئے ان کو استحقاق الوہیت نہیں۔

قدرت الٰہیہ کے چند دلائل

آگے منجملہ دلائل قدرت کے یہ بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو وقت پیدائش تم بالکل جاہل تھے۔ نہ کچھ جانتے تھے اور نہ کچھ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو علم کے ذرائع عطا کئے۔ کان سننے کے لئے، آنکھیں دیکھنے کے لئے اور دل سمجھنے کے لئے دیئے تا کہ تم اس کی اس امتیازی بخشش کا شکر ادا کرو۔ اگر انسان کے آنکھ کان اور عقل نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی علمی اور عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کی شکر گزاری تو یہ تھی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی اطاعت میں خرچ کرتے اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے الٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو جائیں اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ و پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔ پھر دیکھنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ پرندے ایسے ہی گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے ہیں جیسے انسان اور دوسرے چرندے و درندے بنے ہوئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دیگر حیوانوں کی طرح یہ بھی زمین سے اوپر نہ اڑ سکتے اور جسم ثقیل کی وجہ سے نیچے گر پڑتے مگر یہ خدا کی قدرت ہے کہ پرندے وسط ہوا میں معلق اڑتے پھرتے ہیں قدرت نے ان کے پر بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اڑتے رہتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسم ثقیل نیچے آ پڑے یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور اڑان سے روک دے۔ کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے۔ اہل بصیرت کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ یوں تو ہر شخص پرندوں کو اڑتا دیکھتا ہے مگر جن لوگوں کو نور فطرت نصیب ہوا ہے۔ وہ مادیات سے بالاتر مسبب الاسباب کو دیکھ کر ذات وصفات میں اللہ تعالیٰ کو واحد بے ہمتا یقین کرتے ہیں۔

یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں ضمناً پرند پرستی کی بھی تردید آ گئی۔ مشرک قوموں نے پرندوں تک کو بغیر معبود بنائے نہیں چھوڑا۔ باز، شکرا، الو، مور اور بہت سے پرندوں کی پرستش ہو چکی ہے۔ اور نیل کنٹھ کا تقدس تو اب بھی ہندوستان میں دیکھا جا سکتا ہے۔ تو یہاں یہ تنبیہ ہوئی کہ یہ پرند غریب معبود ہونے کی صلاحیت تو کیا رکھتے اپنے کو ہوا میں سنبھال بھی نہیں سکتے۔ بغیر حکم خداوندی کے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسانی جامہ پہنا کر پیدا فرمایا۔ اور پھر اسلام و توحید کی دولت ہم کو عطا فرمائی۔ اور کفر و شرک کی نجاست سے ہم کو بچایا۔

یا اللہ! ہم کو وہ دل و دماغ عطا فرما کہ جو ہم ہر چیز میں آپ کی قدرت کی نشانی و دلیل دیکھیں جس سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو۔ یا اللہ اپنی ہر ظاہری و باطنی نعمت کی ہم کو شکر گزاری کی توفیق عطا فرما اور ہر نعمت کا حق بجا لانے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

اوراللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو،اور اُن کی اُون اور اُن کے رُوؤں اوراُن کے بالوں سے گھر کا سامان

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ

اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت کے لئے بنائیں۔اوراللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی بعض مخلوقات کے سائے بنائے اورتمہارے لئے پہاڑوں میں

اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ

پناہ کی جگہیں بنائیں اورتمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جوگرمی سے تمہاری حفاظت کریں اورایسے کرتے بنائے جوتمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں

يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝۸۱ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۸۲

اللہ تعالیٰ تم پراسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار رہو۔پھراگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۳ ع

وہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھراس کے منکر ہوتے ہیں اورزیادہ ان میں ناسپاس ہیں۔

وَاللّٰهُ اوراللہ	جَعَلَ بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	بُيُوْتِكُمْ تمہارے گھروں	سَكَنًا سکونت کی جگہ	وَجَعَلَ اوربنایا	لَكُمْ تمہارے لئے
مِنْ جُلُوْدِ کھالوں سے	الْاَنْعَامِ چوپائے	بُيُوْتًا گھر	تَسْتَخِفُّوْنَهَا تم ہلکا پاتے ہوانہیں	يَوْمَ ظَعْنِكُمْ اپنے کوچ کے دن	وَيَوْمَ اوردن		
اِقَامَتِكُمْ اپناقیام	وَمِنْ اور سے	اَصْوَافِهَا اس کی اُون	وَ اور	اَوْبَارِهَا ان کی پشم	وَاَشْعَارِهَا اوران کے بال	اَثَاثًا سامان	
وَمَتَاعًا اور برتنے کی چیزیں	اِلٰى تک	حِيْنٍ ایک وقت	وَاللّٰهُ اوراللہ	جَعَلَ بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِمَّا اس سے جو	خَلَقَ اس نے پیدا کیا
ظِلٰلًا سائے	وَجَعَلَ اور بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ سے	الْجِبَالِ پہاڑوں	اَكْنَانًا پناہ گاہیں	وَجَعَلَ اور بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے
سَرَابِيْلَ کرتے	تَقِيْكُمُ بچاتے ہیں تمہیں	الْحَرَّ گرمی	وَسَرَابِيْلَ اور کرتے	تَقِيْكُمْ بچاتے ہیں تمہیں	بَاْسَكُمْ تمہاری لڑائی		
كَذٰلِكَ اسی طرح	يُتِمُّ وہ مکمل کرتا ہے	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَيْكُمْ تم پر	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُسْلِمُوْنَ فرمانبردار بنو	فَاِنْ پھراگر	
تَوَلَّوْا وہ پھر جائیں	فَاِنَّمَا تو اسکے سوانہیں	عَلَيْكَ تم پر	الْبَلٰغُ پہنچادینا	الْمُبِيْنُ کھول کر (صاف صاف)	يَعْرِفُوْنَ وہ پہچانتے ہیں		
نِعْمَتَ نعمت	اللّٰهِ اللہ	ثُمَّ پھر	يُنْكِرُوْنَهَا منکر ہوجاتے ہیں اسکے	وَاَكْثَرُهُمُ اوراُن کے اکثر	الْكٰفِرُوْنَ کافر۔ناشکرے		

اللہ تعالیٰ نے گھروں کا سکون عطا کیا

گذشتہ آیات میں منجملہ دلائل قدرت کے انسان کی پیدائش کا حال بتلایا گیا تھا کہ تم ماں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا ہوئے تھے کہ نہ کچھ جانتے تھے اورنہ کچھ سمجھتے تھے۔ پھراللہ نے ذریعہ علم یعنی آنکھ کان دل ودماغ عطا کئے اورنہ فقط علم ویقین کے ذرائع عطا

کئے بلکہ مادی زندگی کو باقی رکھنے اور آسائش کے ساتھ گزارنے کے اسباب بھی فراہم کر دیئے۔ چنانچہ ان آیات میں ایسے ہی متعدد انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

سب سے پہلے یہ بتلایا گیا کہ اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ یعنی تمہارے رہنے سہنے آرام و راحت حاصل کرنے کے لئے تمہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اس میں اینٹ، پتھر، مٹی، چونے اور لکڑی کے گھر جو بیشتر انسانی آبادی کے مسکن ہیں سب آ گئے جو انسان کے لئے راحت قلب اور سکون خاطر کا کتنا بڑا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اس کی قدر کوئی اس غریب سے پوچھے جو بیچارہ بے گھر ہو اور اپنا چھوٹا بڑا کوئی مکان نہ رکھتا ہو۔ چونکہ بچپن سے ہر شخص اپنی حیثیت و بساط کے لائق چھوٹے بڑے مکان ہی میں رہتا ہے اس لئے اس کا اندازہ ہی نہیں ہونے پاتا کہ مکان کتنی بڑی نعمت ہے۔ بہر حال قرآن کریم نے اسے وجہ سکون اور مایہ تسکین فرمایا اور یہ انسان کی حالت حضر کا ذکر ہوا اس کے معاً بعد خیموں کی سفری زندگی کا بیان فرمایا کہ اینٹ پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے اس لئے جانوروں کی کھالوں کے ڈیرے خیمہ بنانے سکھا دیئے جو بسہولت منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ سفر و حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ عرب اہل بادیہ تو نسلاً بعد نسلاً ڈیرہ خیموں ہی میں زندگی بسر کرتے تھے اس لئے اس کا ان کے لئے نعمت ہونا مثل مکان ہی کے تھا۔ اس کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے بال اور اون اور اونٹوں کے روؤں سے بہت سے گھر کے سامان تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدت دراز تک کام دیتے ہیں اس میں کمبل، دھسے، شال، دوشالیں، تھیلے، مشکیزے اور دیگر گھریلو سامان سب آ گیا۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا تو کیا یہ سامان میسر آ سکتے تھے۔

ٹھنڈے سائے اور پانی عطا کئے

پھر ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا کہ جو عرب جیسے گرم ملک کے لئے خاص نعمت ہے۔ یعنی بہت سی چیزوں کے گھرے سایہ بنائے مثلاً درخت، مکان، پہاڑ، بادل وغیرہ کا سایہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے اور ٹھنڈ میں بیٹھنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پھر پہاڑوں میں پناہ لینے اور چھپنے کی جگہ بنائیں۔ مثلاً غار کہ سردی گرمی سے بارش سے دشمن سے جنگلی جانوروں سے سب ہی سے پناہ کا کام دیتے ہیں پھر گرمی سے بچاؤ کے لئے تمہیں کرتے بنانے سکھائے جن کو پہن کر دھوپ کی تپش سے اپنے بدن کو محفوظ رکھتے ہو۔ پھر لوہے کے حلقوں کو جوڑ کر ایک اور قسم کے کرتے بنانے سکھائے جنہیں زرہ کہتے ہیں وہ لڑائی کے وقت تمہارے بدن کو زخمی ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی مختلف نعمتوں ہی کی تفصیل ہو رہی ہے کہ دیکھو کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی اور عملی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ جن سے کام لے کر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ تو کم از کم ان نعمتوں ہی کے اعتراف میں تم فرمانبردار بنو اور اس کے احسانات کے آگے گردنیں جھکا دو اور اس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و فرمانبردار ہو کر رہو۔

احسان فراموشوں کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے

• آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھایئے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنا دی گئیں آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

بے شک بعض بندے شکر گزار بھی ہیں لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھنے اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں مگر جب شکر گزاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں اللہ منعم حقیقی کی طرف سے انجان بن کر غیر اللہ کے ساتھ معاملہ اللہ کا سا کرنے لگتے ہیں۔

گھر بنانے کا فلسفہ و مقصد

ان آیات کے تحت حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہاں آیات میں پہلا ہی جملہ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا فرمایا یعنی اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس میں حق تعالیٰ نے انسان کے بیت یعنی گھر کو سکن فرما کر گھر بنانے کا فلسفہ اور حکمت واضح فرما دی کہ اس کا اصل مقصد جسم اور قلب کا سکون ہے۔ عادتاً انسان کا کسب و عمل گھر سے باہر ہوتا ہے اس کے گھر کا اصلی منشا یہ ہے کہ جب حرکت عمل سے تھک جائے تو اس میں جا کر آرام کرے اور سکون حاصل کرے اگرچہ بعض اوقات انسان اپنے گھر میں بھی حرکت و عمل میں مشغول رہتا ہے مگر یہ عادتاً کم ہے اس کے علاوہ سکون اصل میں قلب و دماغ کا سکون ہے وہ انسان کو اپنے گھر میں ہی حاصل ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انسان کے مکان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس میں سکون ملے۔ آج کی دنیا میں تعمیرات مکان کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے اور ان میں ظاہری ٹیپ ٹاپ میں بہت کچھ خرچ بھی کیا جاتا ہے لیکن ان میں ایسے مکانات بہت کم ہیں جن میں قلب اور جسم کا سکون حاصل ہو۔ بعض اوقات تو مصنوعی تکلفات خود ہی آرام و سکون کو برباد کر دیتے ہیں اور وہ بھی نہ ہو تو گھر میں جن لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس سکون کو ختم کر دیتے ہیں۔ ایسے عالی شان مکانات سے وہ کچا مکان اور جھونپڑا اچھا ہے جس کے رہنے والے کو قلب و جسم کو سکون حاصل رہا ہو۔ قرآن کریم ہر چیز کی روح اور اصل کو بیان کرتا ہے۔ انسان کے گھر کا اصل مقصد اور سب سے بڑی غرض و غایت سکون کو قرار دیا۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کا اصل مقصد بھی سکون قرار دیا۔ لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا فرمایا۔ جس ازدواجی زندگی سے یہ مقصد حاصل نہ ہو وہ اس کے لئے فائدے سے محروم ہے۔ آج کی دنیا میں رسمی اور غیر رسمی تکلفات اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی حد نہیں رہی اور مغربی تمدن و معاشرت نے مکانوں میں ظاہری زیب و زینت کے سارے سامان جمع کر دیئے مگر سکون قلب و جسم سے قطعاً محروم کر ڈالا۔ (از معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

خلاصۂ مقصود

الغرض یہاں بھی ان نعمتوں کے ذکر سے مقصود یہی نکلا کہ یہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان کو دیکھ کر انسان کو چاہیے کہ اس منعم حقیقی کے سامنے جھک جائے اور جس خدا نے اس کی حفاظت اور آرام و آرائش کے لئے سرو سامان مہیا فرمایا ہے اس کے سامنے سر نیاز رکھ دے۔ اسکی توحید الوہیت اور ربوبیت کو قبول کرے اور اسی کی طاعت و بندگی کو اختیار کرے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی دینی و دنیاوی نعمتوں کا ہم کو وہ احساس عطا فرمائیں کہ جو ہم کو مولائے کریم کی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ! ہم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت پر موت نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرما دے اور ہمارے دلوں کو نور بصیرت عطا فرما دے تاکہ ہم آپ کو منعم حقیقی جان کر ہمہ وقت آپ کی رضامندی کے جویاں رہیں اور آپ کی ناراضگی سے بچتے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے پھر اُن کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ اُن کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

فرمائش کی جائے گی۔اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب نہ اُن سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ کچھ مہلت دیئے جائیں گے۔

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ

اور جب وہ مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اُن کی پوجا کرتے ہیں

دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ

سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو۔اور یہ لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ

اور جو کچھ افتراپردازیاں کرتے تھے وہ سب گم ہو جاویں گے۔جو لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اُن کے لئے ہم ایک سزا پر

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

دوسری سزا بمقابلہ اُن کے فساد کے بڑھا دیں گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَبْعَثُ ہم اٹھائیں گے	مِنْ سے	كُلِّ ہر	اُمَّةٍ امت	شَهِيْدًا ایک گواہ	ثُمَّ پھر	لَا يُؤْذَنُ نہ اجازت دی جائیگی
لِلَّذِيْنَ وہ لوگ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَ اور	لَا هُمْ نہ وہ	يُسْتَعْتَبُوْنَ عذر قبول کئے جائیں گے	وَاِذَا اور جب	رَاَ دیکھیں گے	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	الْعَذَابَ عذاب	فَلَا يُخَفَّفُ پھر نہ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	وَلَا اور نہ		
هُمْ وہ	يُنْظَرُوْنَ مہلت دی جائے گی	وَاِذَا اور جب	رَاَ دیکھیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اَشْرَكُوْا انہوں نے شرک کیا	شُرَكَآءَهُمْ اپنے شریک	
قَالُوْا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	هٰٓؤُلَآءِ یہ ہیں	شُرَكَآؤُنَا ہمارے شریک	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كُنَّا نَدْعُوْا ہم پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِكَ تیرے سوا	
فَاَلْقَوْا پھر وہ ڈالیں گے	اِلَيْهِمُ ان کی طرف	الْقَوْلَ قول	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَكٰذِبُوْنَ البتہ تم جھوٹے	وَاَلْقَوْا اور وہ ڈالیں گے	اِلَى طرف	
اللّٰهِ اللہ	يَوْمَئِذِ اُس دن	السَّلَمَ عاجزی	وَضَلَّ اور گم ہو جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	مَا جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ افترا کرتے (جھوٹ گھڑتے تھے)	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ راہ	اللّٰهِ اللہ	زِدْنٰهُمْ ہم بڑھا دیں گے	عَذَابًا عذاب
فَوْقَ پر	الْعَذَابِ عذاب	بِمَا کیونکہ	كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ وہ فساد کرتے تھے				

کفر و ناشکری کا انجام

گذشتہ آیات میں مختلف احسانات وانعامات کا تذکرہ کر کے توحید کی طرف مائل اور شکر گزاری اور فرمانبرداری پر آمادہ کیا۔اب اخیر میں تنبیہ و وعید ترہیب وتوبیخ کا رنگ اختیار کر کے اتمام تبلیغ فرماتا ہے اور کفر و ناشکری کا انجام بتلایا جاتا ہے تاکہ جو دلائل قدرت سے یا انعامات و

احسانات سننے کے بعد بھی توحید و رسالت کے اقرار پر مائل نہ ہو سکے وہ انجام اور سزا کو سن کر شاید مائل باقرار توحید ہو جاویں۔ چنانچہ ان آیات میں کفار و مشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ یاد رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی یا جانشین نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا کہ اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع اور عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں کہ کوئی شہادت پیش کرے مگر چونکہ اتمام حجت مقصود ہو گا اس لئے انبیاء اور ان کے خلفاء کی شہادت پیش فرمائے گا۔ انبیاء کہیں گے کہ ہم نے تیرا حکم پہنچا دیا مگر انہوں نے نہ مانا اور شرک و معصیت میں بتلا رہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کاہے میں کریں گے درآنحالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی قسم کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ دار جزا ہے دار عمل نہیں جواب توبہ کر کے خطائیں معاف کرالیں۔ جب میدان حشر میں لے جا کر کھڑے کئے جائیں گے اور عذاب الٰہی سامنے نمودار ہو گا اس وقت مایوس ہو کر درخواستیں کریں گے اور کچھ مہلت کے طالب ہوں گے تا کہ نیکی کر کے رہائی پا سکیں اور بدرجہ مجبوری تخفیف عذاب کے آرزو مند ہوں گے مگر دونوں میں سے ایک خواہش بھی پوری نہ کی جائے گی اور جہنم آموجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی اور جس کی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتہ متعین ہوں گے اس میں ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھیلائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اس وقت جہنم اپنی زبان سے باواز بلند اعلان کرے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں جس نے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہ گاروں کا ذکر کرے گی جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان حشر میں سے مجرمین کو اس طرح اچک لے گی جیسے پرند دانہ چگتا ہے۔

جھوٹے معبود کچھ کام نہ آئیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اور جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور جن کو اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں شریک بنا رکھا تھا ان کو سامنے دیکھ کر کہیں گے کہ پروردگار اصل گمراہ کرنے والے یہ ہیں۔ تجھے چھوڑ کر ہم ان کو پکارتے تھے ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ اس سے مشرکین کا شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے قصور ہیں۔ اس پر ان کے وہ معبود مشرکین کو صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرا لیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی۔ غرض جن کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور ان مشرکین کی ساری طمطراق اور افتراء پردازیاں جو دنیا میں اس وقت کر رہے تھے اس وقت غائب ہو جائیں گی۔ سب عاجز اور مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔ یہ تو ان لوگوں کی حالت کا تذکرہ تھا جو خود گمراہ اور مشرک تھے۔ لیکن وہ لوگ جو گمراہ بھی تھے اور گمراہ کن بھی خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے تھے اور کفر پر آمادہ کرتے تھے ایسے لوگوں کو دوگنی سزا ملے گی ایک تو گمراہ ہونے کی دوسرے گمراہ کرنے کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارج میں فرق ہو گا اسی طرح جہنمیوں کو عذاب میں بھی فرق ہو گا۔ سب کافروں کو ایک ہی طرح کا عذاب نہ ہو گا۔ کسی کا عذاب سخت کسی کا زیادہ سخت اور کسی کا سخت ترین۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا

اور جس دن ہم ہر ہرامت میں ایک ایک گواہ جو اُن ہی میں کا ہوگا اُن کے مقابلہ میں قائم کریں گے اوران لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو

عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

گواہ بنا کرلائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اُتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور خوشخبری سنانے والا ہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَبْعَثُ ہم اٹھائیں گے	فِيْ میں	كُلِّ اُمَّةٍ ہرامت	شَهِيْدًا ایک گواہ	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ان ہی میں سے
وَجِئْنَا اور ہم لائیں گے	بِكَ آپ کو	شَهِيْدًا گواہ	عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ اُن سب پر	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتٰبَ الکتاب
تِبْيَانًا (مفصل) بیان	لِّكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	وَّهُدًى اور ہدایت	وَّرَحْمَةً اور رحمت	وَّبُشْرٰى اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اورامت محمدیہ کی شہادت

گذشتہ آیات میں قیامت کے دن میں کفار ومشرکین کو عذاب کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ ہرامت کا نبی گواہ کھڑا کیا جائے گا جو اپنی اپنی امت پر شہادت دے گا۔اب آگے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔جب ہرامت کا نبی اور جانشین اپنی امت کے کافروں کے کفر پر شہادت دے گا اور اپنے فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنے کا اظہار کرے گا تو کافر منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے یہ غلط کہتے ہیں۔ ہم کو انہوں نے خدا کا حکم نہیں پہنچایا۔ اس وقت رسول مقبول اشرف الانبیاء والمرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی تصدیق اور کافروں کی تکذیب فرمائیں گے۔ دوسری آیت میں اس طرح آیا ہے کہ انبیاء کی تصدیق امت محمدیہ کے نیک آدمی کریں گے کیونکہ قرآن پاک کی صراحت سے ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو دعوت توحید دی تھی اور تبلیغ دین کی تھی اور پھر امت محمدیہ کی تصدیق خود حضور اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم بہ نفس نفیس فرمائیں گے۔ بعض مفسرین نے وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کرلائیں گے۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جیسے ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہ احدیث میں بیان دے گا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کی حالت پر بیان دیں گے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمال خیر دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

مرزا بیدل کا واقعہ

اس موقع پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت جو آپ نے اپنے ایک وعظ میں بیان فرمائی تھی وہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ حکایت حضرت اقدسؒ نے اپنے وعظ آداب التبلیغ میں اس طرح بیان فرمائی تھی۔ ''شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے۔ تو آپ

ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے۔ مرزا بیدل شاعر دہلوی کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر سفر کر کے ان کے پاس دہلی آیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو اتفاق سے مرزا بیدل شاعر حجام سے داڑھی منڈوا رہے تھے اس کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش میتراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش میتراشم ولے دلے کسی نمی خراشم وہ بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی شاعر نے تو عرفی تصوف کے طور پر جواب دیا تھا کہ دلے کسی نمی خراشم ایرانی نے جواب دیا ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دلے کسی نمی خراشم۔ بلے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا۔ اور کیا آپ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے آپ کا قلب تو سید القلوب ہے۔ جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ یہ سن کر مرزا بیدل کی آنکھ کھلی اور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرا باجان جاں ہمراز کر دی

"یعنی میں تو اندھا تھا۔ میری کبھی ادھر نظر ہی نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک میرے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں خدا تجھ کو اس کی جزا دے" یہ حکایت بیان فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں۔"

تو یہاں آیت میں فرمایا وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اور ان سب کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے تو یہاں هَٰؤُلَاءِ سے عام طور پر مراد امت محمدی سے لی گئی ہے۔ گو بعض نے هَٰؤُلَاءِ سے مراد انبیاء سابقین کو لیا ہے جیسا اوپر عرض کیا گیا۔ تو مراد یہاں یہ ہے کہ آپ کی شہادت عالمگیر ہوگی۔ سب کے مقابلہ میں حجت ہوگی چونکہ آپ کی امت دعوت تو ساری انسانی آبادی ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ اس لئے آپ کی شہادت بھی عالمگیر ہی ہوگی۔

قرآن کریم میں ہدایت کا مکمل سامان موجود ہے

آگے فرمایا گیا کہ اس ہماری اتاری ہوئی کتاب میں ہم نے آپ سے سب کچھ بیان کر دیا ہے یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آ گئے جن کا ذکر اوپر ہوا تو اگرچہ قرآنی ہدایات عام ہیں لیکن چونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف مسلمان ہی ہیں اس لئے انہیں کے لئے مخصوص ہدایت نامہ اور رحمت و بشارت ہے۔

یہاں اس آیت میں قرآن پاک کا اپنے فرمانبرداروں کے لئے تین باتوں کا صاف اور صریح اعلان ہے۔

(۱) وَهُدًى یعنی بڑی ہدایت۔

(۲) وَرَحْمَةً یعنی بڑی رحمت۔

(۳) وَبُشْرَىٰ یعنی خوشخبری سنانے والا۔ مگر شرط فرمانبرداری کی ہے۔

مسلمانوں کے لئے مقام فکر

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت مذکورہ بالا کی تشریح

میں لکھا ہے کہ ''آیت میں اگرچہ ذکر کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا' اس میں تدبر نہ کرنا' اس پر عمل نہ کرنا' اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی تصحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا اس کے احکام سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہوسکتی ہیں۔'' تو اب غور کا مقام ہے کہ جب حشر کے میدان میں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم دربار خداوندی میں یہ شکایت فرمائیں گے تو کیا صورت ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس الزام سے بچنے کی اور کیا تدارک اور تدبیر ہوسکے گی اس وقت خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کے گرفت سے بچنے کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کریم کی طرف سے ہماری آنکھیں اس دنیا میں کھول دیں اور اس کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور میدان حشر میں ہم کو رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت وشرمندگی سے بچالیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم پر اپنا کرم ورحم فرمائیں اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اس قرآن پاک کو ہمارے لئے ہدایت ورحمت وبشارت کا ذریعہ بنا دیجئے اور اس سے غفلت وکوتاہی سے ہمیں بچالیجئے۔

یا اللہ! ہم سے اب تک جو حقوق قرآن میں لاپروائی ہوئی ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیجئے اور ہمیں اپنی اس کوتاہی پر ندامت کے ساتھ اس کے تدارک کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! میدان حشر میں ہمیں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمایئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی اور اپنی ناراضگی سے بچالیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا اور احسان کا اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اِنَّ بیشک	اللّٰہَ اللہ	یَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ عدل کا	وَالْاِحْسَانِ اور احسان	وَاِیْتَآئِ اور دینا	ذِی الْقُرْبٰی رشتہ دار	وَیَنْھٰی اور منع کرتا ہے
عَنِ سے	الْفَحْشَآءِ بے حیائی	وَالْمُنْکَرِ اور ناشائستہ	وَالْبَغْیِ اور سرکشی	یَعِظُکُمْ تمہیں نصیحت کرتا ہے	لَعَلَّکُمْ تا کہ تم	تَذَکَّرُوْنَ دھیان کرو	

قرآن کریم کی اہم ترین اور جامع آیت

یہ آیت شریفہ جہاں تک کہ تعلیمات اسلام کا تعلق ہے۔ قرآن مجید کی اہم ترین اور کلیدی آیات میں سے ہے۔ ایک معجزانہ جامعیت کے ساتھ اس کے اندر دین وشریعت کے اہم ترین اوامر ونواہی دونوں آ گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہر خیر وشر کے بیان کو اس آیت کے اندر اکٹھا کر دیا ہے اور کوئی عقیدہ خلق، نیت عمل، معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امراً ونہیاً اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ حضرات تابعین کے بھی خیال میں سارے دستور حیات کا ایک جامع اور مکمل خاکہ اس آیت کے اندر آ گیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے وقت سے یہ آیت اہل سنت کے خطبات جمعہ میں داخل ہو گئی تا کہ ہر ہفتہ متواتر امت کے کان اس صدائے حق سے آشنا ہوتے رہیں اور اس وقت سے آج تک یہ آیت امت کے اکثر وبیشتر خطبات جمعہ وعیدین کا جزو بنی ہوئی چلی آ رہی ہے۔

تمام نیکیوں کی بنیاد عدل، احسان اور ایتاء ہے

اس آیت کی جامعیت سمجھانے کیلئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ عدل، احسان، ایتاء ذی القربیٰ۔ جن پر پورے انسانی معاشرہ کی درستی کا انحصار ہے۔ پہلی چیز عدل ہے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال اور انصاف کی ترازو میں تلے ہوں۔ افراط وتفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اس کا ظاہر وباطن یکساں ہو۔ جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ دوسری چیز احسان فرمائی۔ احسان کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بنکر دوسروں کا بھلا چاہے۔ اس لفظ احسان میں نیک برتاؤ، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس لحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا یہ سب احسان میں داخل ہے۔ گویا عدل وانصاف سے یہ ایک زائد چیز ہے اور مقام عدل وانصاف سے ذرا اور بلند مقام ہے۔ تیسری بات وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی فرمائی گئی یعنی اہل قرابت کو دینے کا حکم۔ عدل واحسان تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست دشمن سے متعلق تھیں۔ لیکن اقارب کا حق اجنبیوں سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت نے باہم

رکھ دیئے ہیں انہیں نظرانداز نہ کیا جائے بلکہ اقارب کی ہمدردی اوران کے ساتھ مروت واحسان اجنبیوں سے کچھ زائد بڑھ کر ہونا چاہیئے صلۂ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب اور رشتہ داروں کے لئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہیئے چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اولین حقدار اس کے والدین' اس کے بیوی بچے اوراس کے بھائی بہن ہیں پھر وہ جوان کے بعد قریب تر ہوں اور پھر وہ جوان کے قریب تر ہوں۔ گویا احسان کے بعد ذِی الْقُرْبٰی کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرمادیا کہ عدل وانصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت واحسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت واہتمام کے قابل ہیں۔ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھ دار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی' بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے باہر ہو۔

برائیوں کی جڑ فحشاء منکر اور بغی ہے

تو یہاں تین بھلائیوں کا حکم دیا گیا تھا اس کے بعد تین ہی چیزوں سے منع ہی فرمایا گیا جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے اور قوم کو خراب کرنے والی ہیں وہ تین چیزیں۔ فحشاء، منکر، اور بغی فرمائیں۔ پہلی چیز فحشاء ہے جس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو فحش ہے۔ مثلاً زنا' چوری' شراب نوشی' برہنگی' عریانی' گانا بجانا' گالیاں بکنا' بدکلامی کرنا' اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ جس میں جھوٹ' تہمت تراشی' بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے' ڈرامے' فلمیں' عورتوں کا ناچ گانا وغیرہ۔ سب فحش میں داخل ہیں۔ دوسری چیز منکر فرمائی جس سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان بالعموم برا جانتے ہیں۔ ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔ تیسری چیز بغی ہے یعنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کر کے حد سے نکل جانا اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔ اسی طرح ہر طرح کا ظلم وتعدی اور دوسروں کے جان ومال عزت وآبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا یہ سب بغی میں داخل ہیں۔

آیت کے اخیر میں يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فرما کر یہ بھی جتلا دیا کہ یہ آیت تم کو اس لئے سنائی جارہی ہے کہ تم اپنے حقوق وفرائض کو سمجھو اور ہر وقت یاد رکھو کہ تمہیں کیا کام کرنے ہیں اور کیا نہیں کرنے ہیں۔

اکثم صیفی کے مسلمان ہونے کا واقعہ

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت اکثم بن صیفیؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ تو اسی آیت کی بنا پر اسلام میں داخل ہوئے۔ واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ اکثم بن صیفی اپنی قوم کے سردار تھے جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت اور اشاعت اسلام کی خبر ملی تو ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں مگر قوم کے لوگوں نے کہا آپ ہی سب کے بڑے اور سردار ہیں۔ آپ کا خود جانا مناسب نہیں۔ اس پر اکثم نے کہا کہ اچھا تو قبیلہ کے دو آدمی منتخب کرو جو وہاں جائیں اور حالات کا جائزہ لے کر مجھے بتلائیں چنانچہ یہ دونوں قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اکثم بن صیفی کی طرف سے دو باتیں دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اکثم کے دوسوال یہ ہیں۔

من انت؟ وما انت؟ آپ کون ہیں اور آپ کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد آپ نے سورۂ نحل کی یہی زیر تفسیر آیت اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ تلاوت فرمائی۔ ان دونوں قاصدوں نے درخواست کی کہ یہ جملے ہمیں پھر سنایئے۔ آپ اس کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ ان قاصدوں کو آیت یاد ہوگئی۔

قاصد واپس اکثم بن صیفی کے پاس آئے اور بتلایا کہ ہم نے پہلے سوال میں یہ چاہا تھا کہ آپ کا نسب معلوم کریں مگر آپ نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی صرف والد کا نام بتلا دینے پر اکتفا کیا مگر جب ہم نے دوسروں سے آپ کے نسب کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ بڑے عالی نسب شریف ہیں پھر بتلایا کہ ہمیں کچھ کلمات بھی انہوں نے سنائے تھے وہ ہم بیان کرتے ہیں۔ ان قاصدوں نے آیت مذکورہ اکثم بن صیفی کو سنائی۔ آیت سنتے ہی انہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کی ہدایت کرتے ہیں اور برے اور رذیل اخلاق سے روکتے ہیں تم سب ان کے دین میں جلد داخل ہو جاؤ تا کہ تم دوسرے لوگوں سے مقدم اور آگے رہو۔ پیچھے اور تابع بن کر نہ رہو۔

الغرض قرآن کریم کی یہ ایک نہایت جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو معجزانہ طریقہ پر چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔ اور غور کیا جائے تو اس آیت نے جو چھ احکام دیئے ہیں۔ تین ایجابی کرنے کے اور تین تحریمی ممانعت کے تو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح کا نسخہ اکسیر ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت مقدسہ کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جن نیکیوں اور بھلائیوں اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا مطالبہ یہ آیت شریفہ ہم سے کرتی ہے ان کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور جن برائیوں اور بداخلاقیوں سے یہ آیت روکتی ہے اور منع کرتی ہے ان تمام برے کاموں سے ہمیں بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اس ملک پاکستان کی اس آیت کے اوامر ونواہی کی توفیق مرحمت فرما کر بقا اور سلامتی عطا فرما اور ہر چھوٹے بڑے حاکم ومحکوم کو اس آیت کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم نے جو آپ کے کلام پاک سے اب تک اعراض کر کے آپ کے بعض اوامر کی نافرمانی کی اور بعض نواہی سے اجتناب نہ کیا تو اس بنا پر ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا۔

یا اللہ! اب ہم کو اس قرآن پاک کے حقوق کی بصیرت عطا فرما دے اور اس ملک میں قرآنی احکام کا نفاذ فرما دے۔ اور قرآنی برکات وثمرات اس ملک کو دیکھنا نصیب فرما دے۔ اور ملک میں جو فسق وفجور کی فضا پھیل رہی ہے اس کو مٹا کر دین داری کی فضا پھیلا دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اُس کو اپنے ذمہ کرلو، اور قسموں کو بعد اُن کے مستحکم کرنے کے مت توڑو

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ

اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور تم اُس عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتا

غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى

اور پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا، کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے

مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

بڑھ جاوے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے، اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن اُن سب کو تمہارے سامنے ظاہر کردے گا۔

وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد	اِذَا جب	عَاهَدْتُّمْ تم عہد کرو	وَلَا تَنْقُضُوا اور نہ توڑو	الْاَيْمَانَ قسمیں	بَعْدَ بعد		
تَوْكِيْدِهَا ان کو پختہ کرنا	وَ اور	قَدْ جَعَلْتُمُ تحقیق تم نے بنایا	اللّٰهَ اللہ	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	كَفِيْلًا ضامن	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	
يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	وَلَا تَكُوْنُوْا اور تم نہ ہوجاؤ	كَالَّتِيْ اس عورت کی طرح	نَقَضَتْ اس نے توڑا	غَزْلَهَا اپنا سوت			
مِنْۢ بَعْدِ بعد	قُوَّةٍ قوت (مضبوطی)	اَنْكَاثًا ٹکڑے ٹکڑے	تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو	اَيْمَانَكُمْ اپنی قسمیں	دَخَلًا دخل کا بہانہ			
بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	اَنْ کہ	تَكُوْنَ ہوجائے	اُمَّةٌ ایک گروہ	هِيَ وہ	اَرْبٰى بڑھا ہوا (غالب)	مِنْ سے	اُمَّةٍ دوسرا گروہ	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں
يَبْلُوْكُمُ آزماتا ہے تمہیں	اللّٰهُ اللہ	بِهٖ اس سے	وَلَيُبَيِّنَنَّ اور وہ ضرور ظاہر کریگا	لَكُمْ تم پر	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	مَا جو	كُنْتُمْ تم تھے	
فِيْهِ اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے تم							

شان نزول

گذشتہ آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان میں سے ایک خاص امر یعنی وفائے عہد کو بالتخصیص یہاں ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

مفسرین نے ایک خاص شان نزول بھی ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ایک جماعت نے مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان پر قائم رہنے کا قول وقرار کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں لیکن جب ظاہری طور پر قریش کا غلبہ اور مسلمانوں کا ضعف دیکھا تو جو لوگ ضعیف الایمان تھے ان کے دلوں میں شیطان نے وسوسے ڈالے اور عہد تڑوا کر گمراہ کرنا چاہا۔ ان کو ایفائے عہد پر ثابت قدم رکھنے کے لئے یہ ہدایت آمیز حکم نازل ہوا۔ اس سے عمومی طور پر معاہدہ اور قسم کے پورا کرنے کی تعلیم بھی ثابت ہوتی ہے اور نزول اگرچہ مخصوص ہو لیکن حکم میں ہر معاہدہ اور محالفہ کی پابندی رکھنے کا عموم ہے۔

تین قسم کے معاہدے اور ان کی پابندی کی اہمیت

یہاں علی الترتیب تین قسم کے معاہدوں کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے الگ الگ بیان کر کے ان کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک وہ عہد جو انسان نے خدا کے ساتھ باندھا ہوا اور یہ اپنی اہمیت میں سب سے بڑھ کر ہے دوسرا وہ عہد جو ایک انسان یا

جماعت نے دوسرے انسان یا جماعت سے باندھا ہو اور اس پر اللہ کی قسم کھائی ہو یا کسی نہ کسی طور پر اللہ کا نام لے کر اپنے قول کی پختگی کا یقین دلایا ہو۔ یہ دوسرے درجہ کی اہمیت رکھتا ہے۔ تیسرا وہ عہد و پیمان جو اللہ کا نام لئے بغیر کیا گیا ہو۔ اس کی اہمیت اوپر کی دونوں قسموں کے بعد ہے۔ لیکن پابندی ان سب کی ضروری ہے اور خلاف ورزی ان میں سے کسی کی بھی روا نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں حکم دیا جاتا ہے کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ میں گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت یا بدعہدی کی وہ اپنے علم محیط کے موافق سزا دے گا کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی بات اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

بدعہدی کی مثال

پھر بدعہدی کی برائی ایک مثال سے سمجھائی جاتی ہے کہ عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت اور دیوانگی ہے جیسے کوئی عورت دن بھر محنت کر کے سوت کاتے پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ پھوڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت مشہور تھی جو ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔

عہد شکنی کی بدترین صورت

آگے خصوصیت کے ساتھ عہد شکنی کی ایک بدترین قسم پر ملامت کی گئی ہے کہ باہمی اصلاح کی بجائے تم معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ کہ جو آپس میں فساد پھیلے یعنی قسمیں کھانے سے تمہاری مراد عہد کا استحکام نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ تمہاری قسموں سے مطمئن ہو کر دوسرا آدمی دھوکہ کھا جائے۔ تمہاری عہد شکنی کا اصل منبٰی یہ ہے کہ تعداد اور مال و جاہ میں کفار تم کو بڑھے چڑھے نظر آتے ہیں اور مسلمان فقر و افلاس میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ تمہاری آزمائش ہے۔ تمہارے ایمان اور ایقان کے استحکام کو اللہ آزمانا چاہتا ہے۔ یہاں امتحان ہے نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا جس وقت سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ تو یہاں آیت کا اصل منشاء ان بعض نو مسلموں کو عہد بیعت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرنی ہے جو کفار کی کثرت و دولت دیکھ کر اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے انحراف کرنے کا وسوسہ دل میں لاتے تھے۔

الغرض کسی سے عہد معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح جس جائز کام کی قسم کھائی اس کے خلاف کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ یہاں ایک اور عظیم گناہ اور وبال سے بچنے کی ہدایت ہے وہ یہ کہ قسم کھاتے وقت ہی اس قسم کے خلاف کرنے کا ارادہ ہو۔ صرف مخاطب کو فریب دینے کے لئے قسم کھائی جائے تو یہ عام قسم توڑنے سے زیادہ خطرناک گناہ ہے جس کے نتیجہ میں یہ خطرہ ہے کہ ایمان کی دولت ہی سے محروم ہو جائے۔ ایفائے عہد کی تاکید قرآن کریم میں متعدد جگہ فرمائی گئی ہے۔ اور جتنا اس صفت کو ایک مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری بتلایا گیا ہے افسوس ہے کہ ہم اسی قدر اس سے بے پروا اور مستغنی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا کیجئے: یا اللہ! اب امت مسلمہ میں بھی دینی کمزوری کی وجہ سے یہ بدعہدی کا مرض گھس آیا ہے جو یقیناً آپ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ یا اللہ! ہمیں قرآنی احکام کی ہر حال میں پابندی نصیب فرما اور ہر حال میں ایفائے عہد پر ثابت قدم فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنادیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کردیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ

اور تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی۔ اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جاوے

قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ

پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے، اور تم کو بڑا عذاب ہوگا۔

عَظِيْمٌ ۝۹۴ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو بس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹۵ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا

تم سمجھنا چاہو۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا، اور جو لوگ ثابت قدم ہیں

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶

ہم اُن کے اچھے کاموں کے عوض اُن کا اجر اُن کو ضرور دیں گے۔

وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہتا	لَجَعَلَكُمْ تو البتہ بنادیتا تمہیں	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت	وَلٰكِنْ اور لیکن	يُّضِلُّ گمراہ کرتا ہے		
مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَ اور	يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَ لَتُسْـَٔلُنَّ اور تم سے ضرور پوچھا جائیگا			
عَمَّا اسکی بابت	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	وَ اور	لَا تَتَّخِذُوْٓا تم نہ بناؤ	اَيْمَانَكُمْ اپنی قسمیں	دَخَلًا دخل کا بہانہ	بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	
فَتَزِلَّ کہ پھسلے	قَدَمٌ کوئی قدم	بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اپنے جم جانے کے بعد	وَتَذُوْقُوا اور تم چکھو	السُّوْۗءَ برائی (وبال)	بِمَا اس لئے کہ		
صَدَدْتُّمْ روکا تم نے	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِيْمٌ بڑا	وَ اور	لَا تَشْتَرُوْا تم نہ لو
بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کے عہد کے بدلے	ثَـمَنًا مول	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّمَا بیشک جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	هُوَ وہی	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانو	مَا جو	عِنْدَكُمْ تمہارے پاس	يَنْفَدُ وہ ختم ہوجاتا ہے	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	
بَاقٍ باقی رہنے والا	وَلَنَجْزِيَنَّ اور ہم ضرور دیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	صَبَرُوْٓا انہوں نے صبر کیا	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ اس سے بہتر		
مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات کا مضمون اس پر ختم ہوا تھا کہ یہ دنیا دار امتحان ہے اور اس امتحان کا نتیجہ قیامت کے دن کھل جائے گا جس وقت حق و باطل کے سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ نیز گذشتہ آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ مکہ میں ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر قائم رہنے کا قول و قرار کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں۔

کفر واسلام کے اختلاف کا فلسفہ

ان آیات میں حق وباطل یعنی کفر واسلام کے اختلاف کا فلسفہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب ومسلک ہوتا مگر حکمت الٰہی اس کو مقتضی نہ تھی اور حق وباطل کا ساتھ ساتھ رہنا اور خیر وشر کا دوش بدوش چلنا قانون الٰہی کے مطابق ہے۔ اگر دنیا میں سب حق پر ہو جائیں اور شر کا وجود عالم سے مٹ جائے تو نظم دنیا درہم برہم ہو جائے۔ اچھائی برائی کا امتیاز نہ رہے۔ آدمی معذور ہو جائے دنیا دار امتحان نہ رہے۔ انسانی ارادہ مختار نہ رہے۔ مجبور ہو جائے پھر قیامت میں کسی سے باز پرس نہ ہو سکے۔ اسی لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو سب کو ایک گروہ کر دیتا سب کا عقیدہ اور مذہب ایک ہو جاتا۔ مگر حق و باطل کا یہ اختلاف بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ گمراہی اور ہدایت تو اسی کے دست قدرت میں ہے جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ انسان کو عقل و خیر وشر پہچاننے کے لئے عطا کر دی اور اس کو ارادہ کی آزادی بھی بخش دی۔ پس دنیا میں ہدایت وگمراہی کو اختیار کرنا آدمی کا کام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی۔

ایمان واسلام پر استقامت کا حکم

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض قبائل نے بیعت کر کے زبان سے تو اسلام کا اقرار کر لیا تھا مگر ایمان ان کے دلوں میں جاگزین نہ ہوا تھا۔ ان کی تہدید کے لئے مکرر تہدید آمیز حکم دیا کہ دیکھو اگر قدم جمانے کے بعد تم لغزش کھاؤ گے اور عہد وپیمان توڑو گے اور اسلام سے انحراف کرو گے تو تم پر آخرت میں جو سخت عذاب ہوگا وہ تو ہوگا ہی دنیا میں بھی اپنے کئے کا سخت مزہ چکھو گے۔ تمہارے دیکھا دیکھی دوسرے بھی بیعت شکست کریں گے اور تم سے بدعہدی سیکھ کر اوروں کو بھی عہد شکنی کی جرات ہوگی۔ اس لئے گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا وبال تم پر ہوگا۔ پھر قریش مکہ کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو لالچ دیتے اور کہتے کہ اگر پھر ہمارا دین قبول کر لو گے تو ہم تم کو امیر بنا دیں گے۔ ایک تو مسلمانوں کا ضعف دوسرے کفار مکہ کی ایذا رسانی اور پھر اس پر لالچ دنیوی مال دولت کا اس لئے کمزور ایمان والوں کو صبر سے کام لے کر ایمان پر پختہ اور ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی اور عہد الٰہی کو دنیوی مال دولت کے عوض فروخت کرنے اور معاہدہ بیعت کی خلاف ورزی کرنے کی ممانعت فرما دی اور جذبہ طمع کی بیخ کنی اس طرح فرمائی کہ دنیوی عیش اگرچہ بیش از بیش ہو مگر فنا ہونے والا اور ایک دن ختم ہونے والا ہے۔ انسان دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ دنیا بے ثبات ہے۔ البتہ آخرت کا ثواب دائمی ہے۔ اس کو فنا نہیں۔ رہا شدائد ومصائب کا ہجوم تو آخرت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اس کو برداشت کرنا جان و مال کا نقصان اٹھانا اور ہر سختی پر صبر کرنا یہ نیکوکاروں کا شیوہ ہے۔ اس لئے صبر سے کام لے کر ایمان پر پختہ رہنا چاہئے اور جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے ان کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور اللہ تعالیٰ سے مل کر رہے گا۔

پس مقصود یہ نکلا کہ وفائے عہد کر کے آخرت کی دولت کثیرہ غیر فانیہ کو حاصل کرو اور قلیل وفانی کے لئے نقض عہد مت کرو۔ ان آیات میں جہاں ابتدائی دور کے مسلمانوں کو تلقین تھی وہیں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ اسلام کے راستہ میں کیسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر ان کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ انتہائی جرات سے سب کو برداشت کرنا چاہئے۔ اور ایمان اور اسلام پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور اُن کے اچھے کاموں کے عوض

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

میں اُن کا اجر دیں گے۔تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

یقیناً اُس کا قابو اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔بس اُس کا قابو تو صرف

سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

اُن ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

مَنْ جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	صَالِحًا کوئی نیک	مِنْ ذَكَرٍ مرد ہو	اَوْ یا	اُنْثٰى عورت	وَهُوَ جبکہ وہ	مُؤْمِنٌ مومن	فَلَنُحْيِيَنَّهٗ تو ہم اسے ضرور زندگی دینگے
حَيٰوةً زندگی	طَيِّبَةً پاکیزہ	وَ اور	لَنَجْزِيَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں دیں گے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ اس سے بہت بہتر	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	
فَاِذَا پس جب	قَرَاْتَ تم پڑھو	الْقُرْاٰنَ قرآن	فَاسْتَعِذْ تو پناہ لو	بِاللّٰهِ اللہ کی	مِنَ سے	الشَّيْطٰنِ شیطان	الرَّجِيْمِ مردود	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَيْسَ نہیں	لَهٗ اس کیلئے	سُلْطٰنٌ کوئی زور	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں
اِنَّمَا اسکے سوانہیں	سُلْطٰنُهٗ اس کا زور	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَتَوَلَّوْنَهٗ اس کو دوست بناتے ہیں	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	هُمْ وہ		
	بِهٖ (اللہ) اس کے ساتھ	مُشْرِكُوْنَ شریک ٹھہراتے ہیں						

نیک اعمال کے اجر کیلئے ضابطہ

گذشتہ آیت میں صابرین یعنی جو لوگ احکام دین پر قائم وثابت قدم رہے اور اس کے لئے ہر سختی اور کڑی جھیل گئے ان کے اجر کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اب آگے تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ اور قانون الٰہی بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے بشرطیکہ وہ کام صرف صورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً نیک ہوں یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ اور اخلاص کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک ستھری اور بالطف زندگی عنایت کریں گے۔مثلاً دنیا میں حلال روزی' قناعت و غنائے قلبی' سکون وطمانیت' ذکر اللہ کی لذت' حب الٰہی کا مزہ' طاعت و بندگی کی خوشی' کامیاب مستقبل کا تصور' تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کے متعلق ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا دولت ولذت حاصل ہوتی ہے تو اس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں بہر حال مومنین ومتقین کی پاکیزہ زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔آخر انتہا اس حیاۃ طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق بتلایا گیا کہ زندگی بلا موت کے غنا بلا فقر کے صحت بلا بیماری کے۔ملک بلا زوال کے اور سعادت بلا شقاوت کے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو آخرت کی یہ زندگی نصیب فرمائیں۔

قرأت قرآن کے بعض آداب

اب چونکہ عمل صالح اور اس پر اجر کا ذکر ہوا اور نیک کاموں کی ترغیب دی گئی اور قرآن ہی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔حدیث شریف میں ہے۔خیرکم من تعلم القرآن و علمه' تم میں بہتر وہ ہے کہ جو قرآن

سیکھے اور سکھلائے تو معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قرأت قرآن بہترین نیکی ہے اس لئے یہاں قرأت قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرمائی جاتی ہے تاکہ مومن بے احتیاطی سے اس بہترین کام کا اجر نہ ضائع کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأت قرآن جیسے نیک کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے اور اس میں کامیاب نہ ہو اور ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب شیطانی تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرات قرآن کا ارادہ کرے پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے نکل کر خداوند قدوس کی پناہ میں آجائے۔ اصلی استعاذہ یعنی پناہ میں آنا تو دل سے ہے مگر زبان اور دل کو موافق کرنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ ابتدائے قرات میں زبان سے بھی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے۔ آیت میں اگرچہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد خطاب تمام امت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محفوظ من اللہ تھے۔ شیطان آپ کے پاس بھی نہ آ سکتا تھا۔ اس لئے مقصود خطاب تمام اہل اسلام ہیں اور جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم دیا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اغواء شیطانی کا اندیشہ بھی نہ تھا تو پھر عام مسلمان جو معصوم اور محفوظ من اللہ نہیں ہیں ضرور شیطان سے بچاؤ کی تدبیر کرنے کے مکلف ہیں۔ اسی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر عام طور پر قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا اگرچہ مقصد روئے سخن مسلمانوں کی طرف ہے۔ چونکہ آیت میں انتہائی زور اور تاکید کے ساتھ شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں داخل ہونے اور اعوذ پڑھنے کا حکم دیا گیا اس لئے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ شیطان بھی کوئی عظیم الشان ہستی ہے جو نعوذ باللہ خدا کی حریف اور مد مقابل ہو سکتی ہے۔ اس وہم و گمان کو دور کرنے کے لئے شیطان کی طاقت کی کیفیت بیان فرمائی کہ شیطان کا زور ایک قسم کے آدمیوں پر ہرگز نہیں چل سکتا اور ایک قسم کے آدمی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اللہ کی پناہ ڈھونڈی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا۔ یعنی ان اہل ایمان پر جن کو نہ اللہ کے سوا کسی سے حقیقی طمع و امید ہوتی ہے اور نہ سوائے خدا کے کسی سے ضرر کا اندیشہ۔ ظاہری اسباب میں مشغول رہتے ہوئے بھی جن کا اعتماد اعانت اور توکل اللہ ہی پر ہوتا ہے ان پر تو شیطان اپنا تسلط اور قبضہ نہیں جما سکتا۔ اور جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے شرک اختیار کرلیں یا شیطانی اغواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں۔ انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جدھر چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔

حیٰوۃ طیبہ سے کیا مراد ہے......؟

یہاں آیت میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جس حیٰوۃ طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو کبھی دنیا میں فقر یا مرض یا کوئی تکلیف و آزار نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں شاکر و صابر اور رضا و تسلیم سے رہے گا۔ یہاں ایمان اور عمل صالح پر جس حیٰوۃ طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے ان تمام بدفہم، کم نظر، کوتاہ عقل اور بے صبر لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جانی چاہئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سچائی اور دیانت، پرہیزگاری اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے سے آدمی کی آخرت چاہے بن جاتی ہو مگر اس کی دنیا تو نہیں سنورتی۔ تو یہاں آیت میں اس خیال کی صاف تردید فرما دی گئی ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے محض آخرت ہی نہیں بنتی دنیا بھی سنورتی ہے۔

اعمال کے اجر میں عورت و مرد برابر ہیں

ان آیات کی تصریح نے اس حقیقت کو بھی روشن کر دیا کہ اجر اعمال کے لحاظ سے عورت اسلام کی نظر میں مرد سے کم نہیں اور مشرک قوموں نے عورت کو اللہ کی پست اور حقیر مخلوق جو ٹھہرا لیا تھا یا اب بھی ٹھہراتے ہیں اس کی پوری تردید ہوگئی۔ اور آج کی جاہلیت جدید جو دنیا کو مغربی تاثرات کی بنا پر اس عقیدہ کی جانب لے جا رہی ہے کہ نظام فطرت میں عورت نہیں بلکہ مرد پست و حقیر ہے تو قرآن مجید کی یہ آیات اس وہم کی تردید کے لئے بھی کافی ہوگی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ شیطانی مکروفریب سے ہم ضعیف الایمانوں کی بھی حفاظت فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اُس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى

بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تا کہ ایمان والوں کو

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ

ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہو جاوے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے

الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اُس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ

اُن کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کیلئے دردناک سزا ہوگی۔ پس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔

وَاِذَا اور جب	بَدَّلْنَا ہم بدلتے ہیں	اٰيَةً کوئی حکم	مَّكَانَ جگہ	اٰيَةٍ دوسرا حکم	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا اسکو جو	يُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے
قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	اَنْتَ تو	مُفْتَرٍ تم گھڑ لیتے ہو	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	قُلْ آپ کہہ دیں	
نَزَّلَهٗ اسے اتارا ہے	رُوْحُ الْقُدُسِ روح القدس (جبرئیل)	مِنْ سے	رَّبِّكَ سے	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	لِيُثَبِّتَ تا کہ ثابت قدم کرے			
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَهُدًى اور ہدایت	وَبُشْرٰى اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے	وَ اور	لَقَدْ نَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں		
اَنَّهُمْ کہ وہ	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُعَلِّمُهٗ اس کو سکھاتا ہے	بَشَرٌ ایک آدمی	لِسَانُ زبان	الَّذِيْ وہ جو کہ		
يُلْحِدُوْنَ کجراہی (نسبت) کرتے ہیں	اِلَيْهِ اس کی طرف	اَعْجَمِيٌّ عجمی	وَهٰذَا اور یہ	لِسَانٌ زبان	عَرَبِيٌّ عربی	مُّبِيْنٌ واضح	اِنَّ بیشک	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے ہیں	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں پر	لَا يَهْدِيْهِمُ ہدایت نہیں دیتا انہیں	اللّٰهُ اللہ	وَلَهُمْ اور ان کیلئے			
عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يَفْتَرِي بہتان باندھتا ہے	الْكَذِبَ جھوٹ	الَّذِيْنَ وہ لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے			
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں پر	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمُ وہ	الْكٰذِبُوْنَ جھوٹے					

مشرکین کے اعتراض کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان مردود کے کید سے اللہ کی پناہ مانگ لی جائے کیونکہ شیطان سب سے

بڑھ کر جس چیز کا درپے ہے وہ یہی ہے کہ ابن آدم قرآن سے ہدایت نہ حاصل کرنے پائے۔ اس لئے آدمی کو اللہ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے کہ کہیں شیطان کی دراندازیاں اسے اس سرچشمۂ ہدایت کے فیض سے محروم نہ کردیں کیونکہ جس نے قرآن سے ہدایت نہ پائی وہ پھر کہاں سے ہدایت پاسکے گا۔۔ تو استعاذہ یعنی اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم اوپر ہوا تھا تاکہ کہیں شیطان اس بہترین کام یعنی قرأت قرآن میں رکاوٹ اور خرابی نہ ڈالے۔

اب آگے بعض شیطانی رکاوٹوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو قرآن کے متعلق وہ پیدا کرتا تھا اور مشرکین مکہ جو اعتراضات قرآن مجید پر کرتے تھے ان کا جواب دیا جارہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا۔ مثلاً ابتدا میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رہنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد قتال کی اجازت دی گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا نِّصۡفَہٗۤ یعنی رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو۔ ہاں تھوڑا حصہ اگر شب کا آرام کرو تو مضائقہ نہیں۔ تھوڑی مدت کے بعد اس حکم میں تخفیف ہوگئی جیسا کہ سورۂ مزمل ہی میں بعد کی آیات نازل ہوئیں تو کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا (معاذ اللہ) خدا نے پہلے بے خبری سے ایک بات کا حکم دیدیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنالاتے ہیں ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ کفار کے اس قول کی تردید میں اور ان کے اعتراض کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور بتلایا گیا کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔ اللہ اپنے نازل کردہ احکام کے مصالح کو بخوبی جانتا ہے یہ اعتراض کرنے والے کیا جانیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان کفار کے اعتراض کے جواب میں فرمادیں کہ یہ میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس یعنی پاک فرشتہ جبرئیل امین کے ذریعہ سے عین حکمت اور مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں نہ کذب وافترا کو دخل ہے۔

روح القدس

یہاں آیت میں وحی لانے والے فرشتہ کا نام لینے کی بجائے ان کا لقب روح القدس یعنی پاک روح استعمال کیا گیا ہے جس سے اس حقیقت پر متنبہ کرنا مقصود ہے کہ اس کلام الٰہی کو ایسی روح لے کر آرہی ہے جو بشری کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے۔ وہ نہ خائن ہے کہ اللہ کچھ بھیجے اور وہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر کے کچھ اور بنادے۔ نہ کذاب ومفتری ہے کہ خود کوئی بات گھڑ کے اللہ کے نام سے بیان کردے۔ نہ بدنیت ہے کہ اپنی کسی نفسانی غرض کی بناء پر دھوکے اور فریب سے کام لے وہ تو سراسر ایک مقدس اور مطہر روح ہے جو اللہ کا کلام پوری امانت کے ساتھ لاکر پہنچاتی ہے۔

قرآن کریم کو تدریجاً نازل کرنے کے فوائد

اب رہا یہ کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرنا یا ایک حکم کے بعد دوسرا حکم بھیجنا تو اس کا کھلا ہوا فائدہ منجملہ دیگر فوائد کے یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں نور ایمان متمکن ہے ان کا ایمان اور قوانین شریعت کی پابندی اس ترمیم و تنسیخ کی وجہ سے پختہ اور راسخ ہو جاتی ہے۔ اگر ایک دم احکام نازل کردیئے جاتے تو ممکن تھا ان کے ایمان میں تزلزل پیدا ہو جاتا کیونکہ ان سے آبائی رسم ورواج کے خلاف فوری احکام کی یکدم تعمیل نہ ہو سکتی پھر یہ بھی مقصود تھا کہ قرآن سے لوگوں کو ہدایت ہو اور ہدایت بغیر تدریجی ترمیم و تنسیخ کے ممکن نہ تھی۔ تیسرے یہ بھی غرض تھی کہ وہ لوگ جو واقعی مسلم ہیں جنہوں نے اپنی جان ومال

یہاں تک کہ خواہشات نفس کو اللہ کے حکم کے تابع بنا دیا ہے ان کو دوامی نجات کی خوشخبری بھی پہنچ جائے۔ اگر نسخ نہ ہوتا تو ان کا مسلم مخلص ہونا کیسے ظاہر ہوتا۔ یہ کیسے واضح ہوتا کہ وہ اللہ کے ہر حکم کو ہر وقت ماننے والے ہیں۔ لیکن اس فائدہ کو سمجھنے کے لئے نور ایمان اور ضیاء اسلام کی دل میں ضرورت ہے۔ جس کے دل میں زنگ و کدورت بھری ہوئی ہے اور روح میں کفر بیٹھا ہوا ہے اس کو یہ فائدہ کیسے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

مشرکین کی بہتان طرازی کا جواب

آگے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں بعض رومی اور فارسی غلام بھی تھے جن کو صاف طور پر فصیح عربی میں بات چیت بھی کرنی نہ آتی تھی البتہ عیسائی اور مجوسی مذہب سے ان کو واقفیت ضرور تھی خواہ سن سنا کر یا کتابیں پڑھ کر۔ مکہ مکرمہ کے جاہلوں میں وہی عالم سمجھے جاتے تھے۔ یہ غلام کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس گاہے گاہے تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ قریش کو جب نکتہ چینی کا اور کوئی موقع نہ ملا اور قرآن کے اعجاز کے مقابلہ میں لاجواب ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ فلاں فلاں غلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جاتا ہے اور پھر یہ خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس قول کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی طرف یہ لوگ قرآن کو منسوب کرتے ہیں۔ اس کی اصلی زبان تو عجمی ہے عربی سے وہ صحیح طور پر واقف بھی نہیں اور قرآن کی زبان فصیح و بلیغ عربی ہے۔ ناواقف آدمی جو خود زبان پر قدرت نہیں رکھتا وہ کس طرح ایسا بلیغ کلام بنا سکتا ہے۔ مگر جن لوگوں کے دلوں میں جوہر ایمان نہ ہو جو صداقت و حقانیت کی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی سچ نہ جانتے ہوں اور اپنی کٹ حجتی پر قائم ہوں ان کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔

صداقت قرآن کی ایک اور دلیل

قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی ایک اور دلیل آگے بیان کی جاتی ہے کہ افتراپردازی اور دروغ بافی تو وہ لوگ کرتے ہیں جن کو آیات الٰہی پر ایمان نہیں۔ یعنی جو اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کے قائل نہیں ہوتے اور جو احکام الٰہی سے سرتابی کرتے ہیں اور آدمیوں میں باہمی معاملات میں جھوٹ بولتے' دغا فریب کرتے اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی سے فریب نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قوم کی طرف سے صادق الامین کے معزز لقب سے مشہور ہوئے تو پھر خدا پر وہ بہتان کیسے باندھ سکتے ہیں۔ کمزور ترین جھوٹ نہ بولنے والا ایسی عظیم الشان دروغ بافی کس طرح کر سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ کفار خود جھوٹے ہیں جو صادق الامین کو نعوذ باللہ مفتری و کذاب خیال کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی واضح دلیل بیان فرمائی گئی اور یہ بھی صراحت فرمائی گئی کہ جو لوگ خود ایمان لانا نہ چاہیں اور ہٹ دھرمی پر قائم رہیں وہ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس قرآن پاک کو ہمارے لئے بھی ہدایت و بشارت بنائیں اور ہم اس کے جملہ احکام پر صادق دل سے ایمان لانے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔ یا اللہ! ہمارے لئے سچی ہدایت مقدر فرما دیجئے اور شیطانی کذب و افتراء سے ہم کو بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اُس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ

لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور اُن کو بڑی سزا ہوگی۔ یہ اس سبب سے ہوگا

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾

کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے اور یہ لوگ بالکل غافل ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾

لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے۔

مَنْ جو	كَفَرَ منکر ہوا	بِاللّٰهِ اللہ کا	مِنْۢ بَعْدِ بعد	اِيْمَانِهٖٓ اس کے ایمان	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	اُكْرِهَ مجبور کیا گیا	وَقَلْبُهٗ جبکہ اس کا دل
مُطْمَئِنٌّ مطمئن	بِالْاِيْمَانِ ایمان پر	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	مَنْ جو	شَرَحَ کشادہ کرے	بِالْكُفْرِ کفر کیلئے	صَدْرًا سینہ	فَعَلَيْهِمْ تو ان پر	
غَضَبٌ غضب	مِنَ اللّٰهِ اللہ کا	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمُ اس لئے کہ وہ	اسْتَحَبُّوا انہوں نے پسند کیا		
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا زندگی دنیا	عَلَى پر	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الْكٰفِرِيْنَ کافر	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ
الَّذِيْنَ وہ جو کہ	طَبَعَ اللّٰهُ اللہ نے مہر لگادی	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	وَسَمْعِهِمْ اور ان کے کان	وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھیں	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ		
هُمُ وہ	الْغٰفِلُوْنَ غافل	لَا جَرَمَ کچھ شک نہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	هُمُ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ اٹھانے والے		

انتہائی بے بسی کی حالت میں ایک رخصت کا بیان

گذشتہ آیات میں کفار و منکرین توحید و رسالت کے حق میں وعیدیں مذکور ہوئیں۔ ایک تو مجرم وہ تھے جو سینکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی ایمان و اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ مگر ان سے بھی بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو اسلام اور ایمان کو قبول کر لینے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر حق سے منکر ہو جائیں اور ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائیں۔ العیاذ باللہ ایسے لوگوں کی سزا آگے ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔ درمیان میں ایک استثنا بیان کر دیا گیا یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے۔ ایک لحہ کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور سختی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت جان بچانے اور گلوخلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے

بشرطیکہ اس وقت بھی اس کے قلب میں ایمان واسلام کی طرف سے کوئی تردد نہ ہو محض زبانی لفظ سے کراہت ونفرت ہو تو ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

رخصت کی حدود

یہاں آیت میں جو یہ استثناء بیان کیا گیا ہے۔اس میں ان اہل ایمان کے معاملہ سے بحث کی گئی ہے جن پر اس وقت کفار کی طرف سے مظالم توڑے جا رہے تھے اور نا قابل برداشت اذیتیں دے دے کر کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ان کے متعلق بتایا گیا کہ اگر کسی وقت کفار کے ظلم سے مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے ادا کر دیا جبکہ قلب عقیدہ کفر سے محفوظ ہے۔تو یہ کلمہ کفر معاف کر دیا جائے گا۔لیکن اگر کسی نے دل سے کفر قبول کر لیا تو دنیا میں چاہے جان بچ جائے آخرت میں خدا کے عذاب الیم سے نہ بچا جا سکے گا۔

یہاں آیت میں جو یہ اجازت دی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دینا چاہئے۔ بلکہ یہ صرف رخصت ہے اگر ایمان دل میں رکھتے ہوئے کوئی مسلمان مجبوراً ایسا کہہ دے تو مواخذہ نہ ہوگا۔ورنہ مقام عزیمت یہی ہے کہ خواہ جسم کا تکا بوٹی کر دیا جائے مگر وہ کلمہ حق ہی کا اعلان کرتا رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جان نثاریاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں دونوں قسم کی نظیریں پائی جاتی ہیں۔حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع ہی میں چند نفوس کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو جو معلوم ہوا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی۔لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا تھا۔جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے تھے اور بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل گیا تھا۔ایک مرتبہ آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا اور آپ کی کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی مگر اس سب کے باوجود سختی سے دین اسلام پر جمے رہے۔حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور صحابی ہیں اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں مسجد نبوی کے ہمیشہ موذن رہے شروع میں ایک کافر کے غلام تھے۔ اسلام لانے پر طرح طرح کی اذیتیں کافر دیتے تھے۔سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر پتھر کی چٹان سینہ پر رکھ دی جاتی تھی کہ حرکت نہ کر سکیں اور اسی حال میں مر جائیں یا زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں۔مگر اس حالت میں بھی احد احد ہی کہتے تھے۔یعنی معبود ایک ہی ہے رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جاویں۔مشرکین مکہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر مکے کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان کھینچے کھینچے پھرتے تھے اور مطالبہ کیا جاتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی پرستش اختیار کرو۔مگر دنیا کا کوئی ظلم وستم آپ کو اسلام اور کلمہ توحید سے نہ ہٹا سکا۔حضرت عمارؓ کے والد حضرت یاسرؓ کو اتنی ایذائیں دی گئیں کہ حضرت یاسر اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے اور آپ کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ملعون ابوجہل نے برچھا مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں۔حالانکہ بوڑھی تھیں۔ضعیف تھیں مگر اس ملعون نے کسی چیز کا خیال نہ کیا اور اسلام میں سب سے پہلی شہادت انہی کی ہے۔تو جان دے دی مگر اسلام سے پھرنا منظور نہ کیا۔ یہ ہیں وہ مثالیں جس پر ظالم عیسائی کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ایک طرف تو یہ عزیمت کی نظیریں ہیں۔ دوسری طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کی مثال رخصت بھی موجود ہے کہ جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے والد اور والدہ کو

سخت اذیت دے دے کر شہید کر دیا گیا پھر خود حضرت عمار کو اتنی ناقابل برداشت اذیت دی گئی کہ آخر کار انہوں نے جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ پھر وہ روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تمہارے دل میں کیا تھا؟ حضرت عمار نے عرض کیا میرا دل اس وقت بھی ایمان سے لبریز تھا۔ آپ نے فرمایا ایسی سخت صورتوں میں اگر وہ ظالم تم سے ایسا کہلوائیں تو دوبارہ پھر کہہ دینا۔

مرتد کی سزا

ان آیات میں بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کریں یعنی مرتد ہو جائیں تو ان لوگوں کے لئے اللہ کا غضب ہے اور بڑا سخت عذاب ہے بجز اس کے کہ جس پر جبر کیا جائے اور زبردستی ان کی زبان سے کلمہ کفر نکلوایا جائے اور وہ کفر کا کلمہ تو اپنی زبان سے نکال لے لیکن اس کا دل نور ایمانی سے منور اور حلاوت ایمان سے پرسکون اور مطمئن ہو یعنی اس کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہ آئی ہو تو وہ سزا سے بری ہے۔ لیکن جو جی کھول کر کفر کرے اور کفر کو دل سے پسند بھی کرے تو وہ مستحق عذاب الیم ہے۔ اور یہ عذاب عظیم انہیں اس وجہ سے دیا جائے گا کہ انہوں نے آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی فانی زندگی کو پسند کیا اور دنیا کے عیش و آرام میں مبتلا ہو کر آخرت کی کچھ پروانہ کی تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو توفیق ہدایت نہیں عطا فرماتا اور وہ ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گر کر مستحق عذاب قرار پاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بے ہوش ہیں کہ ان کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی بخشی ہوئی قوتیں انہوں نے سب بیکار کر دیں آخر کانوں سے حق کی آواز سننے۔ آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے اور دلوں سے حق بات سمجھنے کی توفیق سلب ہو گئی تو ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلہ مقصود بنالیں تو ان سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

جبر و اکراہ سے مقصود

جبر و اکراہ جس کی یہاں اجازت کا بیان ہوا اس کی شرائط اور تفصیل فقہا نے کتب فقہ میں تفصیلاً لکھی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو وہ اگر قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے تو کلمۂ کفر کا تلفظ زبان سے جائز ہو جائے گا لیکن جبکہ ڈرانے والا اس پر قادر نہ ہو یا خوف صرف مار پیٹ کا دلایا جائے تو یہ عذر کافی نہ ہوگا۔ یہاں آیات میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مسلمان کا مرکز توجہ صرف آخرت ہونی چاہئے۔ دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینا مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ یہ کفار کی خصلت ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ایمان اور اسلام کے بعد ہمارے قلوب شر کی طرف مائل نہ ہوں اور اسلام اور ایمان ہی کی زندگی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب ہو۔ یا اللہ! ہم کو دنیوی زندگی پر آخرت کو ترجیح دینے کی توفیق ہر حال میں نصیب ہو۔
یا اللہ! ایمان اور اسلام کے بعد ہمارے قلوب شر کی طرف مائل نہ ہوں اور اسلام اور ایمان ہی کی زندگی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب ہو۔ یا اللہ! مظلومین کی آپ نے ہمیشہ حمایت فرمائی ہے۔ اب بھی مسلم مظلومین کی مدد فرما دے۔ اور ان کے دشمنوں کو ملیامیٹ فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ

پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے کہ جنہوں نے کافروں کی ایذارسانی کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے تو آپ کا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ

ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن واطمینان میں تھے

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

اُن کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے اُن کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

اُن کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزا چکھایا۔ اور ان کے پاس اُن ہی میں کا ایک رسول بھی آیا، سو اُس کو انہوں نے جھوٹا بتلایا،

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

تب اُن کو عذاب نے آن پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے۔

ثُمَّ پھر	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے	هَاجَرُوْا انہوں نے ہجرت کی	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا کہ	فُتِنُوْا ستائے گئے وہ	
ثُمَّ پھر	جٰهَدُوْا انہوں نے جہاد کیا	وَصَبَرُوْا اور انہوں نے صبر کیا	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	مِنْۢ بَعْدِهَا اس کے بعد	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا		
رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	يَوْمَ جس دن	تَاْتِيْ آئے گا	كُلُّ ہر	نَفْسٍ شخص	تُجَادِلُ جھگڑا کرتا	عَنْ سے	نَّفْسِهَا اپنی طرف	وَتُوَفّٰى اور پورا دیا جائیگا
كُلُّ ہر	نَفْسٍ شخص	مَّا جو	عَمِلَتْ اس نے کیا	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے	وَ اور	ضَرَبَ اللّٰهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا ایک مثال
قَرْيَةً ایک بستی	كَانَتْ وہ تھی	اٰمِنَةً بے خوف	مُّطْمَئِنَّةً مطمئن	يَّاْتِيْهَا اسکے پاس آتا تھا	رِزْقُهَا اس کا رزق	رَغَدًا بافراغت	مِّنْ سے	
كُلِّ مَكَانٍ ہر جگہ	فَكَفَرَتْ پھر اس نے ناشکری کی	بِاَنْعُمِ نعمتوں سے	اللّٰهِ اللہ	فَاَذَاقَهَا تو چکھایا اسکو	اللّٰهُ اللہ	لِبَاسَ لباس	الْجُوْعِ بھوک	
وَالْخَوْفِ اور خوف	بِمَا اسکے بدلے جو	كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے تھے	وَ اور	لَقَدْ جَآءَهُمْ بیشک انکے پاس آیا	رَسُوْلٌ ایک رسول	مِّنْهُمْ ان میں سے		
	فَكَذَّبُوْهُ سو انہوں نے اسے جھٹلایا	فَاَخَذَهُمُ تو انہیں آپکڑا	الْعَذَابُ عذاب	وَهُمْ اور وہ	ظٰلِمُوْنَ ظالم			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایسے لوگوں کے لئے وعید بیان کی گئی تھی جو ایمان اختیار کر لینے کے بعد پھر کفر کو اختیار کر لیں۔ یعنی مرتد ہو جائیں۔ مگر اس وعید سے ان کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا جو مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر زبان سے کہدیں اور دل میں ایمان راسخ اور برقرار ہو جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ گذشتہ آیات کے سلسلہ میں بیان ہوا تھا۔ ابتدائے اسلام میں

جہاں حضرت عمار کے والدین حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مثالیں موجود ہیں کہ جنہوں نے جان دے دی اور کلمۂ توحید سے نہ ہٹے۔ وہیں کچھ ایسی بھی مثالیں تھیں کہ جب کفار مکہ کو بعض حضرات کے اسلام کی خبر ہوئی تو کم بختوں نے ایسی سخت تکلیفیں دینی شروع کیں کہ مجبوراً ان غریبوں کو کفار کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے صورۃً ان کی موافقت کرنی پڑی۔ جیسے عمارؓ کی جان بچانے کے لئے وقتی طور پر کافروں کے جبر و اکراہ پر کلمہ کفر زبان سے کہہ دیا اور ایمان و اسلام کو دل میں قائم رکھا۔

ایمان پر استقامت کے انعامات

یہاں پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ایمان ایسی دولت ہے کہ جو کافر یا مرتد سچا ایمان لے آئے تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز مہاجرین اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے کافروں کی ایذا رسانی اور ظلم و ستم کے بعد وطن سے ہجرت کی اور پھر ترک وطن ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خدا کی راہ میں خدا کے دین کے لئے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد بھی کیا تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر ذلیل و خوار ہو اور اس راہ میں جو بھی مصائب پیش آئے ان پر صبر کیا اور ان مصائب میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آیا تو ایسوں کے لئے حق تعالیٰ کی مغفرت و رحمت میں کوئی شبہ نہیں۔ رحمت الٰہیہ سے ان کو جنت اور اس میں بڑے بڑے درجہ ملیں گے اور اہل ایمان کے لئے یہ وعدہ اور اہل کفر کے لئے وعید ۔اس کے پورے ظہور کا وقت قیامت کے دن ہوگا جس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ہوگا کہ کسی طرح جھوٹے سچے عذر کر کے اپنی رہائی حاصل کرے لیکن اس وقت کی ساری عذر و معذرت بے سود ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ نہ ثواب میں کمی ہوگی اور نہ عذاب میں زیادتی ہوگی۔

کفر کی پاداش میں دنیوی عذاب کا نزول

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفر پر دنیوی آفات کا نزول بھی بعید نہیں چنانچہ کفار مکہ کو ایک مثال دے کر تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو سکتا ہے جو اس مثال میں بیان فرمایا گیا۔ مثال یہ بیان فرمائی گئی کہ ایک بستی تھی جس کے رہنے والوں کو اطمینان و چین کے ساتھ بافراغت ہر طرف سے آسائش کی روزی ملتی تھی۔ نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا۔ نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گزرتی تھی۔ کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے۔ ہر چیز کی افراط تھی گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں لیکن اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں بغاوت و سرکشی کی ٹھان لی۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفران نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراغت کی روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیر لیا جیسا کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ دشمن کا خوف اور فقر و فاقہ کی تکلیف ہر وقت چاروں طرف سے ان کو محیط ہوگئی۔ مزید ان بستی والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی زبردست باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی یعنی انہی بستی والوں کی قوم اور نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی

خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اتباع وتصدیق کی جگہ اس رسول کی تکذیب ومخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب الٰہی نے آ پکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔

قریہ سے مراد کون سا شہر ہے؟

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ کفران نعمت اور تکذیب وعداوت رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں لیکن بعض علمائے مفسرین کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد خود مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن وچین تھا۔ اور باوجود وادی غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے۔ عام ملک عرب میں تجارت کمیاب تھی مگر مکہ والے بڑے بڑے تاجر تھے۔ اگرچہ ملک میں عمومی طور پر امن مفقود تھا ہروقت خونریزی ہوتی تھی مگر مکہ والے اس سے بے خوف تھے۔ جو یہاں آجائے امن میں سمجھا جاتا تھا۔ اہل مکہ نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی۔ شرک وعصیان بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہوگئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بھیجی مگر کفار مکہ نے انکار وتکذیب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے امن واطمینان اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کر دیا جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی پھر چونکہ روز بروز اسلام کا غلبہ نظر آرہا تھا اس لئے ہروقت مسلمانوں کا خوف سینہ پر سوار رہنے لگا تھا اور بالآخر بدر کے معرکہ میں غازیان اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب کفار مکہ پر ٹوٹ پڑا اور ہروقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر سے خوف زدہ رہنے لگے۔ بالآخر شہر مکہ پر چڑھائی کی گئی اور فتح کر لیا گیا یہ تھا ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ کہ ظلم اور زیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور خدا کے رسول کی تکذیب کرتے رہے تھے۔

ہجرت، جہاد اور صبر

یہاں ان آیات میں اہل ایمان کے تین اعمال یعنی **ہجرت، جہاد اور صبر** کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو دارالکفر سے دارالاسلام میں اس ارادہ سے چلے جانا کہ وہاں فرائض الٰہیہ کو آزادی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ دوسرے تمام ممنوعات ومکروہات کو چھوڑ دینا یہاں تک کہ اپنی انانیت ومرضی کو بھی ترک کر دینا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جو بات تمہارے پروردگار کو ناگوار ہو اس کو ترک کر دینا بہترین ہجرت ہے۔ دریافت کیا گیا حضورؐ مہاجر کون ہے؟ فرمایا جس نے ممنوعات الٰہیہ کو ترک کر دیا وہی مہاجر ہے۔ اس قسم کی ہجرت میں انتقال مکانی کی ضرورت نہیں۔ ہر جگہ اور ہر وقت کوشش کرنے والے کو یہ ہجرت نصیب ہوسکتی ہے۔

اسی طرح جہاد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو اس نیت سے کفار سے لڑنا کہ توحید الٰہی کی اشاعت ہو۔ فساد کی بیخ کنی ہو۔ دنیا میں امن پھیل جائے کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ مخلوق الٰہی چین سے زندگی بسر کرے۔ دوسرے اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جنگ کرنا۔ خواہشات کو قربان کرنا ہر کام اللہ کے واسطے کرنا۔ رضائے مولا کے حصول کے لئے اپنے ارادہ کو فنا کر

دینا اور تسلیم کے درجہ میں پہنچ جانا۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

اسی طرح صبر کے بھی دو معنیٰ ہیں۔ ایک ان شدائد و مصائب کو بخوشی برداشت کرنا جو راہ خدا میں پیش آئیں۔ دوسرے ان حدود پر اپنے نفس کو روکنا جہاں اللہ نے رکنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ گویا حد شریعت سے تجاوز نہ کرنے کا نام صبر ہے۔ خواہ نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو۔

یہاں ان آیات میں ہجرت، جہاد اور صبر کی کوئی خاص قسم ذکر نہیں فرمائی اس لئے ہر قسم اس کے ذیل میں داخل ہے۔ اور یہاں جو مثال دی گئی تو اس مثال سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کفر و انکار کے نتائج اس دنیا میں بھی کیسے سخت اور ہولناک ہو سکتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ انجام ظاہر ہو کر رہے ہے۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دنیا میں امن و فراغت سے رہنا سہنا اور کافی سامان معیشت بہم پہنچتے رہنا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے جو تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شکر گزاری کے قابل ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ دنیوی نعمتوں کی ناشکری بھی عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے تو معلوم ہوا کہ جب مخلوق احسان کا بدلہ ناشکری سے کرتی ہے تو اس سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ اس قانون میں مسلمانوں کو بھی در پردہ تنبیہ ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے تو تمہارا فرض ہے کہ شکر کرو اور ناشکری سے بچو اور سب سے بڑی نعمت جو مسلمانوں کو عطا ہوئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے تو جتنی بڑی یہ نعمت ہے اتنا ہی بڑا شکر بھی واجب ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ روز جزا میں اپنی مغفرت و رحمت ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ تمام منہیات اور ممنوعات شرعیہ کو ترک کرنے کی ہجرت ہم سب کو نصیب فرما اور ہر حال میں ظاہراً و باطناً حدود شرعیہ کی پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنی دینی و دنیوی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ نے نہایت اعلیٰ نعمت سید الرسل، اشرف الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی جو ہم کو عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی حقیقی قدردانی اور سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔ اور آپ کا پکا و سچا وفادار امتی ہو کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے راستہ میں اپنی رضا کے لئے اسلامی و حقیقی جہاد ہم کو بھی زندگی میں نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ کی فرمانبرداری اور حصول رضاء میں ہم کو اپنے نفس سے جنگ کرنا اور ناجائز خواہشات کو ترک کرنا جو جہاد اکبر ہے وہ نصیب فرما۔ اور دشمنان دین سے بھی اسلام کو بلند و بالا کرنے کے لئے جہاد کرنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

سو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں اُن کو کھاؤ، اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

تم پر تو صرف مُردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جائے

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جن چیزوں کے بارہ میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اُن کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

وہ فلاح نہ پائیں گے۔ یہ چند روزہ عیش ہے اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔

فَكُلُوْا پس تم کھاؤ	مِمَّا اس سے جو	رَزَقَكُمُ اللّٰهُ تمہیں دیا اللہ نے	حَلٰلًا حلال	طَيِّبًا پاک	وَّاشْكُرُوْا اور شکر کرو	نِعْمَتَ نعمت	اللّٰهِ اللہ	اِنْ اگر	
كُنْتُمْ تم ہو	اِيَّاهُ صرف اس کی	تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	حَرَّمَ حرام کیا	عَلَيْكُمُ تم پر	الْمَيْتَةَ مردار	وَالدَّمَ اور خون		
وَ اور	لَحْمَ گوشت	الْخِنْزِيْرِ خنزیر	وَمَا اور جس	اُهِلَّ پکارا جائے	لِغَيْرِ اللّٰهِ اللہ کے علاوہ	بِهٖ اس پر	فَمَنِ پس جو	اضْطُرَّ لاچار ہوا	
غَيْرَ بَاغٍ نہ سرکشی کرنیوالا	وَ اور	لَا عَادٍ نہ حد سے بڑھنے والا	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	وَ اور	لَا تَقُوْلُوْا تم نہ کہو		
لِمَا وہ جو	تَصِفُ بیان کرتی ہیں	اَلْسِنَتُكُمُ تمہاری زبانیں	الْكَذِبَ جھوٹ	هٰذَا یہ	حَلٰلٌ حلال	وَّهٰذَا اور یہ	حَرَامٌ حرام		
لِّتَفْتَرُوْا کہ بہتان باندھو	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	الْكَذِبَ جھوٹ	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ بہتان باندھتے ہیں	عَلَى پر		
اللّٰهِ اللہ	الْكَذِبَ جھوٹ	لَا يُفْلِحُوْنَ فلاح نہ پائیں گے	مَتَاعٌ فائدہ	قَلِيْلٌ تھوڑا	وَّلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک		

عبادت گزاری کے تقاضے

گذشتہ آیات میں ایک مثال دے کر یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب مخلوق اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہے تو پھر بطور سزا کے وہ نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور خدا کے ساتھ کفر و شرک کرنا جس میں کفر بالرسول بھی داخل ہے گویا خدا کی نعمتوں کی سب سے بڑی ناقدری کرنا ہے۔ اس طرح کفر و شرک کا مذموم ہونا سمجھایا گیا تھا اور ناشکری سے ڈرایا گیا تھا۔

اب آگے اسی سلسلہ میں بتلایا جاتا ہے کہ جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال وطیب روزی سے کھائے پئے اور اس کا احسان مان کر شکر گزار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور حرام کو حلال نہ جانے اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے بلکہ اس پر اور اس

کے بھیجے ہوئے پیغمبر پر ایمان لائے اور اسی کے احکام وہدایت کی پابندی کرے۔ واضح رہے کہ مشرکین عرب بھی دعویٰ دین ابراہیمی پر ہونے کا کرتے تھے اور اس طرح خدا کی پرستش کے بھی اپنے زعم میں دعوے دار تھے۔ تو ان کو حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم بزعم خود خدا کی عبادت کے دعوے دار ہو تو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو حرام مت سمجھو جیسا کہ مشرکین نے بعض حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا۔ بلکہ ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اور جس طرح حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے اسی طرح حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔

حرام وحلال کی تعیین کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اب آگے چند حرام چیزوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ تم پر صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ انہی چار چیزوں کا ذکر سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں گزر چکا ہے۔ جہاں ان کی تفصیلات ذکر ہو چکی ہیں۔ غرض یہاں یہ تنبیہ کی گئی کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ اشیاء مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو لاچاری کی حالت میں جان بچانے کے لئے اجازت ہے کہ قدر ضرورت ان اشیاء میں سے کھالے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ آگے یہی مضمون تحریم و تحلیل اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوتا ہے کہ بغیر کسی مستند دلیل کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب وافترا ہے۔ حلال وحرام تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حرام یا حلال کیا ہو۔ اگر کوئی محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے جیسے مشرکین کرتے تھے۔ تو فی الحقیقت یہ خدا پر بہتان باندھنا ہے۔ اس لئے مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ جو از راہ جھوٹ و بہتان جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن دنیا کا مزہ اڑا لیں پھر ہمیشہ کا جیل خانہ تیار ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا رزق کھا کر اس کی شکر گزاری کی تعلیم دی گئی ہے اور اس بات کی صاف تصریح کر دی گئی کہ خدا کے سوا حلال وحرام کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں بالفاظ دیگر جائز وناجائز کا قانون و فیصلہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ دوسرا جو بھی جائز وناجائز کا فیصلہ اپنی طرف سے کرنے کی جرأت کرے گا تو اس کا یہ خود مختارانہ فعل اللہ پر جھوٹ اور بہتان قرار دیا جائے گا اور ایسا کرنے والوں کے لئے صاف فرمایا گیا کہ وہ ہرگز فلاح نہیں پانے والے اور آخر کار ان کے لئے دردناک سزا کی وعید بیان فرمائی گئی۔

دعا کیجئے: یا اللہ! جو حلال، پاک اور طیب رزق آپ نے ہم کو عطا فرما رکھا ہے اس کو کھا کر اس پر شکر گزاری کی توفیق ہم کو نصیب فرما۔ اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کے کام کرنا نصیب فرما یا اللہ آپ کا عطا کردہ رزق کھا کر اور پھر آپ ہی کی نافرمانی کرنا یہ ظلم عظیم ہے۔ یا اللہ! ہم کو اس ظلم اور کفران نعمت سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! آپ نے جو اشیاء حرام فرما دی ہیں ان سے ہمیں آخر دم تک پرہیز اور بچنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن

اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جس کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے اُن پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی

كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ

اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے۔ پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنھوں نے جہالت سے بُرا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی

ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٩﴾

اور اپنے اعمال درست کر لئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

وَ اور	عَلَى پر	الَّذِينَ هَادُوا جولوگ یہودی ہوئے	حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیا	مَا قَصَصْنَا جو ہم نے بیان کیا	عَلَيْكَ تم پر	مِن قَبْلُ اس سے قبل	
وَ اور	مَا ظَلَمْنَاهُمْ نہیں ہم نے ظلم کیا ان پر	وَلَٰكِن بلکہ	كَانُوا وہ تھے	أَنفُسَهُمْ اپنے اوپر	يَظْلِمُونَ ظلم کرتے	ثُمَّ پھر	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب
لِلَّذِينَ ان لوگوں کیلئے جو	عَمِلُوا عمل کئے	السُّوءَ بُرے	بِجَهَالَةٍ نادانی سے	ثُمَّ پھر	تَابُوا انہوں نے توبہ کی	مِن بَعْدِ اس کے بعد	ذَٰلِكَ اس
وَأَصْلَحُوا اور انہوں نے اصلاح کی	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	مِن بَعْدِهَا اس کے بعد	لَغَفُورٌ بخشنے والا	رَّحِيمٌ نہایت مہربان		

تحریم اشیاء کی ایک خاص قسم

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس چیز کو چاہا حرام کرلیا اور جس چیز کو چاہا حلال کرلیا۔ چنانچہ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو ان کا حرام ہونا بیان فرمایا گیا۔ مگر سخت ترین مجبوری کی حالت میں جب جان جانے کا اندیشہ ہو تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت ان حرام چیزوں کا کھالینا بھی جائز بتلایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک قسم حرمت کی ان آیات میں بیان فرمائی گئی۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن یعنی کھر والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی نہ ہوں۔ جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، خرگوش وغیرہ حرام کردیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو ان پر حرام کردی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی، جس کا بیان سورۃ الانعام میں ہوا۔ یہود کی شرارت اور نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر یہ چیزیں حرام ہوئی تھیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہ تھا بلکہ ان کے کرتوت کی سزا تھی۔

مقصد یہاں یہ بیان کرنے سے یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے عین حکمت ہے کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

ایک وہم کا ازالہ

اب یہاں ایک وہم پیدا ہوسکتا تھا کہ جب یہودیوں کی سرکشی و معصیت سے خدا تعالیٰ نے درگزر نہ فرمایا اور دنیا ہی میں ان پر سختی کردی تو کیا پھر مسلمان گنہ گاروں کو معافی سے مایوس ہو جانا چاہئے اور کیا ان کے گناہوں کی پاداش بھی ملنی یقینی ہے؟ یہاں پہلی آیت سے یہ شبہ ہوسکتا تھا اس لئے اس شبہ کے ازالہ کے لئے اگلی آیت نازل فرمائی گئی جس میں بتلایا گیا کہ جو لوگ نادانستہ جہالت سے گناہ کر بیٹھیں اور پھر سچے دل سے توبہ کرلیں اور اخلاص سے توبہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ وہ آئندہ اس گناہ

سے بچیں اور اپنے اعمال درست کرلیں تو خدا چونکہ غفور ورحیم ہے اس لئے ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور مواخذہ نہ کرے گا۔

توبہ اور اس کی شرائط

اب یہاں اس دوسری آیت میں تین امور قابل تشریح ہیں:۔

(۱) ناواقفیت اور نادانی سے کئے ہوئے گناہ کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ یہاں جہالت یا نادانی سے اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر ہی کرے وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر ہی کرتا ہے اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بدنتائج تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کرسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی گناہ بغیر نادانی کے نہیں ہوتا۔

(۲) دوسرے توبہ۔ لغت میں توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا اور لوٹنا' بندہ اگر اپنے گناہ سے لوٹ جائے اور رجوع کرلے تو اس کو تائب کہا جاتا ہے توبہ کا اظہار اگرچہ قول وفعل دونوں سے ہوتا ہے مگر دراصل توبہ دل سے ہوتی ہے گویا دل سے گناہ نہ کرنے کا عہد اور اعمال واقوال سے اس کا مظاہرہ کیا جائے گا تو ایسے شخص کو تائب کہا جاتا ہے اور کبھی اظہار کا موقع نہیں ملتا مثلاً دل سے توبہ کرنے کے بعد ناگہانی طور پر کوئی شخص مرجاوے تو اگرچہ اس کو اپنی توبہ کے ظاہر کرنے کا وقت نہیں ملا مگر عنداللہ وہ تائب قرار پائے گا۔

(۳) تیسری چیز جو یہاں آیت میں فرمائی گئی وہ توبہ کے بعد اصلاح عمل بشرط قدرت ضروری ہے۔ توبہ کرنے والے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کرلے۔ اصلاح کا باب بہت وسیع ہے قول فعل اعتقاد ہر ایک کی اصلاح کو یہ لفظ شامل ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات۔ حقوق الٰہی ہوں یا حقوق العباد۔ یا اپنے نفس کے حقوق سب کے اندر اصلاحی جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔ اس لئے مقصود یہ نکلا کہ جو لوگ اب تک گناہ کرتے رہے ہیں ان کو چاہئے کہ توبہ کرلیں اور اپنی حالت درست کرلیں تا کہ ان کو معاف کردیا جائے اور ان پر رحم کیا جائے۔ اسی طرح کفار ومشرکین بھی اگر کفریات سے توبہ کرکے مسلمان ہوجائیں اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کرلیں تو حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

اب توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں مختصراً سن لیجئے:۔

فرماتے ہیں "جاننا چاہئے کہ اول توبہ سے نور معرفت پیدا ہوتا ہے اور آدمی اس نور کی روشنی سے دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اس نے اس زہر کو بہت کھایا ہے اور اب ہلاکت کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو بالضرور اس میں پشیمانی اور خوف پیدا ہوجاتا ہے جیسے وہ آدمی جس نے زہر کھایا ہو پشیمان ہوتا ہے اور ڈرتا ہے اور اس پشیمانی کی وجہ سے حلق میں انگلی ڈالتا ہے تا کہ قے کردے اور پھر اس کی وجہ سے دوا کی تدبیر کرتا ہے تا کہ اس زہر کا جو اثر پیدا ہوا ہے وہ رفع ہوجائے اسی طرح آدمی جب دیکھتا ہے کہ میں نے شہوت پرستی کی' وہ زہر آلود شہد کی طرح تھی کہ اس وقت تو شیریں معلوم ہوتا ہے لیکن آخر کو سانپ کی طرح کاٹتا ہے تو وہ گنہگار انسان اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمان ہوتا ہے اور اس کی جان میں خوف کی آگ لگ جاتی ہے اور اس میں جو خواہش وگناہ کی حرص ہوتی ہے وہ اس آگ میں جل جاتی ہے اور وہ خواہش حسرت سے مبدل ہوجاتی ہے اور وہ گذشتہ گناہوں کی تلافی کا قصد وارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی گناہ کے نزدیک نہ جائے گا اور وہ لباس جفا کو اتار ڈالتا ہے اور بساط وفا کو بچھالیتا ہے اور اپنے تمام حرکات وسکنات کو بدل ڈالتا ہے جیسے کہ وہ پہلے بالکل گھمنڈ' خوشی اور غفلت میں تھا اسی طرح اب سراپا گریہ' حسرت اور اندوہ بن جاتا ہے اور پہلے اہل غفلت کے پاس بیٹھا کرتا تھا اب اہل معرفت کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ پس توبہ حقیقت میں پشیمانی ہے اور اس کی اصل معرفت اور ایمان کا نور ہے اور اس کی فرع حالات کا تبدیل کردینا اور معصیت ومخالفت سے تمام اعضاء کو باز رکھ کر حق تعالیٰ کی موافقت وعبادت کرنا ہے"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ

بیشک ابراہیمؑ بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ نے اُن کو منتخب کرلیا تھا اور اُن کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ اور ہم نے اُنکو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ

اچھے لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیمؑ کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلئے اور وہ شرک

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف اُن ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنھوں نے اس میں خلاف کیا تھا، بیشک آپ کا رب قیامت کے دن اُن میں باہم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

اِنَّ بیشک	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	كَانَ تھے	اُمَّةً ایک جماعت (امام)	قَانِتًا فرمانبردار	لِّلّٰهِ اللہ کے	حَنِيْفًا یک رخ	وَ اور	لَمْ يَكُ نہ تھے
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرک سے	شَاكِرًا شکرگزار	لِاَنْعُمِهٖ اسکی نعمتوں کیلئے	اِجْتَبٰىهُ اُس نے اُسے چن لیا	وَهَدٰىهُ اور اس کی رہنمائی کی	اِلٰى طرف			
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی راہ	وَاٰتَيْنٰهُ اور اس کو دی ہم نے	فِى الدُّنْيَا دنیا میں	حَسَنَةً بھلائی	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	فِى الْاٰخِرَةِ آخرت میں			
لَمِنَ البتہ۔سے	الصّٰلِحِيْنَ نیکوکار	ثُمَّ پھر	اَوْحَيْنَآ وحی بھیجی ہم نے	اِلَيْكَ تمہاری طرف	اَنِ کہ	اتَّبِعْ پیروی کروتم	مِلَّةَ دین	
اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	حَنِيْفًا یک رخ	وَمَا كَانَ اور نہ تھے وہ	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک	اِنَّمَا اس کے سوانہیں	جُعِلَ مقرر کیا گیا		
السَّبْتُ ہفتہ کا دن	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ اس میں	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارارب		
لَيَحْكُمُ البتہ فیصلہ کریگا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	فِيْمَا اس میں جو	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے		

ملت ابراہیمی کے تقاضے

کفار مکہ اگرچہ بت پرست اور مشرک تھے لیکن کعبہ کو مانتے تھے اور چونکہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اپنا پیشوا جانتے تھے اور باوجود بت پرستی کے مدعی تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں اور ان کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح یہود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائل تھے اور اپنے خرافات کو ملت ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ توراۃ میں جو کچھ احکام میں سختی ہوئی اور پاک چیزیں ان پر حرام ہوئیں ان کو سنت ابراہیمیہ سمجھتے تھے۔ اس لئے ان دونوں فریق کے سنانے کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صفات حمیدہ اور آپ کے طریقہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ جتلانے کے لئے کہ تم اے مشرکین و یہود دین اور ملت ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے ہو حالانکہ ملت ابراہیمی سے تمہیں نسبت دور کی بھی نہیں رہی۔ چنانچہ ان آیات میں مشرکین عرب کو خطاب کیا

جاتا ہے کہ تم کس منہ سے حضرت ابراہیم کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم تو ہر معاملہ میں ان کی بالکل ضد اور خلاف ہو۔ وہ قانت یعنی فرمانبردار تھے تم نافرمان ہو۔ وہ مومن حنیف تھے یعنی اللہ کی طرف یکسوئی سے لگے ہوئے اور ایک رخ تھے اور تم ادھر سے منہ موڑے ہوئے دنیا طلبی پر گرے ہوئے ہو۔ وہ موحد تھے تم مشرک ہو۔ وہ شکر گزار بندے تھے تم ناشکرے ہو۔ تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ اشتراک ہی کیا؟ تو اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متعدد صفات کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے امام و پیشوا تھے اور اپنے اللہ کے سچے فرمانبردار تھے اور سب بتوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہمہ تن اللہ ہی کی طرف مائل ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ نیز وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ کیا اور دین کا سیدھا راستہ ان کو بتا دیا اور اللہ نے ان کو دنیا میں بھی خیر و برکت عطا فرمائی تھی اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی اللہ کے بڑے مرتبہ والے بندوں میں سے ہوں گے۔

مقصد یہ ہے کہ ایسے مقبول کا جو طریقہ ہو گا وہ بالکل مقبول ہو گا۔ اس کو اختیار کرنا چاہئے اور وہ طریقہ اب منحصر ہے طریقہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں۔ پس حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کیلئے تشریف لائے ہیں۔ اگر اصلی دین پر چلنا ہے تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرو۔

اہل اسلام پر اہل کتاب کے اعتراض کا جواب

جب اہل اسلام نے دعویٰ کیا کہ ہمارا دین ملت ابراہیمی کے موافق ہے اور صحیح معنیٰ میں ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشوا مانتے ہیں تو اہل کتاب یعنی یہود نے اعتراض کیا کہ اہل اسلام طریقہ ابراہیمی سے علیحدہ ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم کی شریعت میں ہفتہ یعنی سنیچر کا دن قابل عظمت مانا جاتا تھا اور اہل اسلام نے سنیچر کا دن ترک کر کے جمعہ کا دن مقرر کیا۔ اس کا بھی جواب دیا گیا کہ اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کی عظمت کا حکم نہ تھا اس لئے ملت اسلامیہ میں بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ۵۰۰ سال بعد کا تھا۔ یہود نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کے حکم سے اختلاف کر کے اس معاملہ میں باہم جھگڑا کیا۔ پہلے شریعت موسوی میں بھی جمعہ کا دن قابل عظمت قرار دیا گیا تھا اور اس دن کو مخصوص عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا لیکن یہود نے اختلاف کیا اور مصر ہوئے کہ ہم تو سنیچر کے دن کی تعظیم کریں گے جس میں خدا تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہوا۔ ان کی درخواست پر ہفتہ کی تعظیم مقرر کر دی گئی اور حکم ہوا کہ اس روز یعنی سنیچر میں مچھلی کا شکار نہ کیا جائے۔ مگر یہ حکم کسی نے مانا' کسی نے نہ مانا' نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنا دیئے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہو گا وہ الگ رہا اور ایک اسی پر کیا منحصر ہے آخرت میں تو سارے جھگڑے اور اختلافات چکا دیئے جائیں گے اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔

خلاصہ یہ کہ کفار مکہ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں کیونکہ پیروی کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے قول سے ہوتا ہے اور عقیدہ سے ہوتا ہے ان مشرکین کا نہ عقیدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے نہ قول و فعل میں مشابہت ہے پھر فقط دعویٰ ہی دعویٰ کرنا محض غلط ہے۔ ہاں ملت اسلامیہ کی تعلیم ضرور شریعت ابراہیمی کی طرح ہے۔ شریعت اسلامیہ انہی عقائد' انہی اصول اعمال کی ہدایت کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شعار تھے۔

یہاں آیت میں اس بات کی طرف بھی ضمنی اشارہ ہے کہ اتباع کے معنیٰ ہیں عقائد و اعمال میں اتحاد و یگانگت اور ناحق و باطل سے روگردانی کر کے حق کی طرف مائل ہونے سے آخرت کے اجر کے علاوہ دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ

آپ کا رب خوب جانتا ہے اُس شخص کو بھی جو اُس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔اور اگر بدلہ لینے لگو

فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا

تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا

صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور اُن پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اُس سے تنگ دل نہ ہو جیئے اللہ تعالیٰ ایسے

الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

اُدْعُ تم بلاؤ	اِلٰی طرف	سَبِیْلِ راستہ	رَبِّكَ اپنا رب	بِالْحِكْمَةِ حکمت (دانائی) سے	وَالْمَوْعِظَةِ اور نصیحت	الْحَسَنَةِ اچھی	
وَجَادِلْهُمْ اور بحث کروان سے	بِالَّتِیْ ایسے جو	هِیَ وہ	اَحْسَنُ سب سے بہتر	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	هُوَ وہ	اَعْلَمُ خوب جاننے والا
بِمَنْ اس کو جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	عَنْ سے	سَبِیْلِهٖ اس کا راستہ	وَهُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جاننے والا	بِالْمُهْتَدِیْنَ راہ پانے والوں کو	
وَاِنْ اور اگر	عَاقَبْتُمْ تم تکلیف دو	فَعَاقِبُوْا تو انہیں تکلیف دو	بِمِثْلِ ایسی ہی	مَا عُوْقِبْتُمْ جو تمہیں تکلیف دی گئی	بِهٖ اس سے		
وَلَئِنْ اور اگر	صَبَرْتُمْ تم صبر کرو	لَهُوَ تو وہ	خَیْرٌ بہتر	لِلصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والوں کیلئے	وَاصْبِرْ اور صبر کرو	وَمَا اور نہیں	
صَبْرُكَ تمہارا صبر	اِلَّا مگر	بِاللّٰهِ اللہ کی مدد سے	وَلَا تَحْزَنْ اور غم نہ کھاؤ	عَلَیْهِمْ اُن پر	وَلَا تَكُ اور نہ ہو	فِیْ میں	ضَیْقٍ تنگی
مِمَّا اس سے جو	یَمْكُرُوْنَ وہ فریب کرتے ہیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	مَعَ ساتھ	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اتَّقَوْا انہوں نے پرہیزگاری کی	
وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	هُمْ وہ	مُحْسِنُوْنَ نیکوکار					

دعوت حق کا لائحہ عمل: گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات حمیدہ بیان کر کے مشرکین مخاطبین کو آگاہ کیا گیا تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو کس طرح راستہ پر لانا چاہئے اس کے تین طریقہ بتلائے گئے:۔ ۱-حکمت ۲-موعظت حسنہ ۳-جدال احسن حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل اور براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔

موعظت حسنہ سے مراد موثر اور رقت انگیز نصائح ہیں۔ جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی، اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں اور لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تانہ دوڑنے لگتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جس کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ اس لئے تیسری صورت وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ یعنی ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے فرمادیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔ خواہ مخواہ دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو کہ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔

دعوت کی راہ میں استقامت اور صبر ضروری ہے

آگے مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ طریق دعوت اور تبلیغ میں آپ کو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کیجئے وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔ جیسا مناسب ہوگا ان کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ آگے خطاب محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ عام امت سے ہے کہ اگر دعوت و تبلیغ کی راہ میں تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے پر برابر کا بدلہ لے سکتے ہو۔ اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ یہاں یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ شریعت نے عام فطرت بشری کا لحاظ کر کے انتقام لینا جائز رکھا ہے مگر یہ مقام رخصت ہے۔ عزیمت کے درجہ میں بہتر اور افضل تو انتقام نہ لینا ہی ہے۔ صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا مقام بلند ہے۔ لیکن اگر اس پر قدرت نہ ہو اور مجرم کو سزا دینے ہی پر تل جاؤ تو یہ بہر حال لازم ہے کہ سزا بس جرم ہی کے متناسب ہو اس سے زائد ہرگز نہ ہونے پائے۔ انتقام کا وقت بھی نازک ہوتا ہے۔ مظلوم کا نفس جوش انتقام میں عموماً حد سے آگے بڑھ جاتا ہے اور اب خود ظالم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس اشتعال کے وقت جذبات پر قابو رکھنے کی بار بار تاکید کی ہے اور انتقام کو حدود کے اندر رکھنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہے۔ لیکن فخر المفسرین امام رازیؒ نے فرمایا کہ اس کو جہاد و قتال کے مسئلہ سے کوئی سروکار نہیں اس میں تو دعوۃ الی اللہ کی ایک اخلاقی تعلیم حسن ادب کی اور لوگوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنے کی دی گئی ہے۔ اور حکم قتال و جہاد وہ اپنی جگہ قائم ہے اب چونکہ مظالم و شدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اف نہ کرے۔ اس لئے آگے یہ بھی بتلا دیا کہ انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ و پرہیزگاری اور نیکی و حسن سلوک اختیار کرے گا اسی قدر خدا کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقویٰ اور احسان دونوں کے اعلیٰ ترین مقام پر سرفراز تھے اس لئے حق تعالیٰ کی معیت بھی سب سے بڑھ کر آپ کو حاصل تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا گیا کہ ان مخالفین اور منکرین کی بڑی سے بڑی چالیں بھی آپ کو ضرر نہ پہنچا سکیں گی۔ اس لئے آپ ان لوگوں کی مخالفت پر غم نہ کیجئے۔ اس سے آپ کا کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں۔

دعوت الی اللہ کا مقام

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ ان

آیات میں دعوت وتبلیغ کا مکمل نصاب اس کے اصول وآداب کی پوری تفصیل چند کلمات میں سموئی ہوئی ہے۔

دعوت الی اللہ دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کا منصب ہے۔ امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کی بجائے عداوت اور جنگ وجدال کا موجب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہو۔ دعوت پیغمبرانہ کے اصول میں جو قرآن کریم میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے لئے سورۂ طٰہٰ میں نقل کی گئی ہے کہ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ یعنی فرعون سے نرم بات کہو شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ یہ ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفر ہی پر ہونے والی تھی اس کی طرف بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتاری کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے برابر ہادی وداعی نہیں تو جو حق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں۔ اس پر فقرے کسیں۔ اس کی توہین کریں۔ وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔ دعوت وتبلیغ میں ہر مخاطب اور ہر موقع کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان وتعبیر میں حکمت و مصلحت کی رعایتیں بھی جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائی ہیں اور دعوت الی اللہ کو مقبول وموثر اور پائیدار بنانے کے لئے جو طرز عمل اختیار فرمایا ہے وہی دراصل دعوت کی روح ہے۔ اس کی تفصیلات تو تمام تعلیمات نبوی علیہ السلام میں پھیلی ہوئی ہیں۔

نمونہ کے طور پر چند چیزیں دیکھئے۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت وتبلیغ اور وعظ و نصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے۔ صحابہ کرام جیسے عشاق رسول جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے ان کے لئے بھی آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وعظ ونصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور ان کی طبیعت پر بار نہ ہو۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے بعض ایام ہی میں وعظ فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں اور دوسروں کو بھی آپ کی طرف سے یہی ہدایت تھی۔

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر آسانی کرو دشواری پیدا نہ کرو اور ان کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ مایوس یا متنفر نہ کرو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ تمہیں چاہئیے کہ ربانی حکماء علماء اور فقہاء بنو صحیح بخاری میں یہ قول نقل کر کے لفظ ربانی کی یہ تفسیر فرمائی کہ جو شخص دعوت وتبلیغ اور تعلیم میں تربیت کے اصول کو ملحوظ رکھ کر پہلے آسان آسان باتیں بتلائے جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں تو اس وقت دوسرے احکام بتلائے جو ابتدائی مرحلہ میں مشکل ہوتے ہیں وہ عالم ربانی ہے۔

آج کل جو وعظ وتبلیغ کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عموماً اس کام کے کرنے والے ان اصول وآداب کی رعایت نہیں کرتے۔ لمبی تقریریں وقت بے وقت نصیحت۔ مخاطب کے حالات کو معلوم کئے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا ان کی عادت بن گئی ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت واصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو اس لئے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور برے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہ راست خطاب کرنے کی بجائے مجمع عام کو مخاطب کر کے

فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں۔اس عام خطاب میں جس کو سنانا اصل مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور دل میں شرمندہ ہو کر اس کے چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتا۔انبیاء علیہم السلام کی عام عادت یہی تھی کہ مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے تھے۔

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت کا خط ہرقل شاہ روم کے نام بھیجا اس میں اول تو شاہ روم کو "عظیم الروم" کے لقب سے یاد فرمایا۔جس میں اس کا جائز اکرام ہے کیونکہ اس میں اس کے عظیم ہونے کا اقرار بھی ہے مگر رومیوں کے لئے اپنے لئے نہیں اس کے بعد ایمان کی دعوت اس عنوان سے دی گئی ہے:۔"اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف جلدی سے آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔"

جس میں پہلے آپس کا ایک مشترکہ نقطہ وحدت ذکر کیا کہ توحید کا عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے اس کے بعد عیسائیوں کی غلطی پر متنبہ فرمایا۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا:۔"علم تو اہل علم وفضل کے مابین ایک رحم متصل (رشتہ اخوت و برادری) ہے۔تو وہ لوگ جنہوں نے علم ہی کو عداوت بنا لیا ہے وہ دوسروں کو اپنے مذہب کی اقتداء کی دعوت کس طرح دیتے ہیں۔ان کے پیش نظر دوسرے پر غلبہ پانا ہی ہے تو پھر ان سے باہمی انس ومودت اور مروت کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔اور ایک انسان کے لئے اس سے بڑھ کر شر اور برائی کیا ہوگی کہ وہ اس کو منافقین کے اخلاق میں مبتلا کر دے اور مومنین ومتقین کے اخلاق سے محروم کر دے۔"

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ علم دین اور دعوت حق میں اشتغال رکھنے والا یا تو اصول صحیحہ کے تابع اور مہلک خطرات سے مجتنب رہ کر سعادت ابدی حاصل کر لیتا ہے یا پھر اس مقام سے گرتا ہے تو شقاوت ابدی کی طرف جاتا ہے۔اس کا درمیان میں رہنا بہت مستبعد ہے۔کیونکہ جو علم نافع نہ ہو وہ عذاب ہی ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔"سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن وہ عالم ہوگا جس کے علم سے "اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہ بخشا ہو"۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔"علم دین کو اس غرض سے نہ سیکھو کہ اس کے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلہ میں فخر وعزت حاصل کرو یا کم علم لوگوں سے جھگڑے کرو یا اس کے ذریعہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کر لو اور جو ایسا کرے گا وہ آگ میں ہے"۔

اسی لئے ائمہ فقہا اور اہل حق کا مسلک اس معاملہ میں یہ تھا کہ علمی مسائل میں جھگڑا اور جدال ہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے۔دعوت حق کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس کو خطاء پر سمجھے اس کو نرمی اور خیر خواہی کے عنوان سے دلائل کے ساتھ اس کی خطاء پر متنبہ کر دے۔پھر وہ قبول کرے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے۔جھگڑے اور بدگوئی سے کلی احتراز کرے۔

حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے:۔"امام مالکؒ نے فرمایا کہ علم میں جھگڑا اور جدال نور علم کو انسان کے قلب سے نکال دیتا ہے۔کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص جس کو سنت کا علم ہو کیا وہ حفاظت سنت کے لئے جدال کر سکتا ہے۔فرمایا نہیں۔بلکہ اس کو چاہیئے کہ مخاطب کو صحیح بات سے آگاہ کر دے پھر قبول کرے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے"۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔"جس شخص کو کسی غلطی پر متنبہ کرنا ہے۔اگر تم نے اس کو تنہائی میں نرمی کے ساتھ سمجھایا تو یہ نصیحت ہے اور اگر علانیہ لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کیا تو یہ فضیحت ہے"۔

آج کل تو ایک دوسرے کے عیوب کو اخباروں' اشتہاروں کے ذریعہ منظر عام پر لانے کو دین کی خدمت سمجھ لیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین اور اس کی دعوت کی صحیح بصیرت اور آداب کے مطابق اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں خاتمہ سورۃ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادائے رسالت کے حقوق وآداب کی تعلیم وتلقین ہے جس کے عموم میں تمام مومنین شریک ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ